الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

اپریل 2010

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ | اپریل ۲۰۱۰ء

جلد نمبر ۳۴ شمارہ ۴

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 15 روپے

سالانہ: 150 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر —— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ —— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ —— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نقوشِ قلم

خصوصی شمارہ
سترہواں فقہی سیمینار

اداریہ

اندور جائے کہ من بودم

مبارک حسین مصباحی

مہینوں سے خبر گرم تھی کہ امسال مجلس شرعی کا فقہی سیمینار اندور کی سرزمین پر ہونے والا ہے۔ ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۹ء کو جمعہ کا دن تھا، جامعہ اشرفیہ میں تعطیل کے باوجود چہل پہل تھی۔ اندور جانے والی ٹرین پٹنہ اندور ایکس پریس کو بنارس سے پکڑنا تھا، ٹرین کا ٹائم شام ۴ر بجے تھا، اس لیے یہ طے پایا کہ نمازِ جمعہ بنارس میں ادا کی جائے۔ قریب دس بجے متعدد گاڑیوں سے علماے اشرفیہ کا کارواں بنارس کے لیے روانہ ہو گیا۔ دار العلوم قادریہ (الفت بی بی کا احاطہ) اردلی بازار، بنارس میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ ذمہ دارانِ ادارہ کو قبل از وقت اس کارواں کے پہنچنے کی اطلاع مل چکی تھی، اس لیے انھوں نے دوپہر کے کھانے کا بھی اہتمام کر لیا تھا۔ نمازِ جمعہ کے بعد وسیع دستر خوان پر لذتِ کام و دہن سے شاد کام ہوئے اور قافلہ اسٹیشن پہنچ گیا۔ اسٹیشن پر بنارس، گھوسی وغیرہ علاقوں کے علما بھی آگئے، جنھیں اسی ٹرین سے سیمینار میں اندور جانا تھا۔ ٹرین کچھ لیٹ تھی اس لیے علماے کرام مختلف ٹولیوں میں بٹ کر محوِ گفتگو ہو گئے۔ اسٹیشن پر ہی مغرب و عشا کی نماز با جماعت ادا کی گئی۔ ٹرین آئی اور علما اپنی اپنی بوگیوں میں سوار ہو گئے۔ خوش بختی سے اے. سی. تھرڈ کلاس کی جس بوگی میں ہم تھے اسی میں جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، نصیر ملت علامہ نصیر الدین عزیزی، حضرت مولانا عبد المبین نعمانی اور نبیرۂ حافظ ملت مولانا نعیم الدین عزیزی بھی تھے۔ اس طویل سفر میں ان حضرات کی صحبت سے ہم نے بہت کچھ حاصل کیا۔ گاہے گاہے ان اکابر علما کی زیارت و خدمت کے لیے احباب آتے رہے اور ان کے طفیل ہمیں بھی فیض یاب ہونے کا موقع ملتا رہا۔ یہ خبر پہلے ہی مل چکی تھی کہ سلطان پور کے احباب اسٹیشن پر عشائیے کے پیکٹ پیش کریں گے۔ پر تکلف عشائیے سے فارغ ہو کر سب لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر دراز ہو گئے۔ نمازِ فجر کے وقت دعوتِ اسلامی کے مبلغ و سرپرست حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب نے بیدار کیا۔ نماز و وظائف سے فارغ ہو کر حسبِ عادت ہم لوگوں نے پانی پینا شروع کیا مگر نعمانی صاحب نے فرمایا: کچھ کھائے بغیر پانی مت پیجیے۔ ہم نے کہا ہم تو بچپن سے یہی جانتے ہیں کہ نہار منہ صرف پانی پینا مفید ہے۔ حضرت نصیر ملت نے بھی ہماری تائید فرمائی، مگر نعمانی صاحب نے حسبِ عادت تقریر شروع کر دی کہ طبی نقطۂ نظر سے خالی پیٹ پانی پینا کسی وقت بھی مناسب نہیں۔ یہ بحث ابھی چل ہی رہی تھی کہ حضرت نعمانی صاحب نے اپنی زنبیل سے نمکین، بسکٹ اور میٹھا وغیرہ نکال کر سامنے رکھ دیا اور پھر سب حضرات نے مسکراتے ہوئے ناشتۂ نعمانیہ پر دست درازی شروع کر دی اور اس طرح بڑی خوش اسلوبی سے ہم نے عملی طور پر حضرت نعمانی صاحب کے طبی نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیا۔

دار العلوم چرہ محمد پور کے مہتمم قاری رئیس صاحب کے فون سے معلوم ہو چکا تھا کہ خواجۂ علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی اسی ٹرین میں سوار ہوئے ہیں اور بالکل ہم سے متصل بوگی میں ہیں۔ اب ہم موقع نکال کر ان کی زیارت کے لیے جا پہنچے۔ موصوف اس وقت مختلف بیماریوں کی زد میں ہیں۔ ہمیں دیکھ کر ان کا چہرہ شگفتہ گلاب کی طرح کھل اٹھا۔ سلام و مصافحہ کے بعد میں ان کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دیر تک مجھے دعائیں دیتے رہے۔ میرا مزاج یہ ہے کہ جب کسی بڑے عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تو اپنے لاینحل مسائل چھیڑ دیتا ہوں، جنھیں میں واقعی سمجھنا چاہتا ہوں۔ اس نشست میں خواجہ صاحب سے میں نے بہت سی چیزیں دریافت کیں۔ حضرت خواجہ صاحب بلند پایہ استاذ، تبحر عالم دین اور معقولات کے بحر العلوم ہیں۔ وہ ہم جیسے لوگوں کے الٹے سیدھے اعتراضات کو بھی خندہ پیشانی سے سنتے ہیں اور پھر عقلی اور نقلی دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علما کا یہ کارواں قریب ۹ر بجے اندور پہنچا۔ ۳۰ر جنوری ۲۰۱۰ء کو بعد نمازِ مغرب سیمینار کا آغاز ہونا تھا۔ ٹرین کچھ تاخیر سے پہنچی

اور زیادہ مندوبین اسی ٹرین میں تھے اس لیے سیمینار قریب ۱۰ ربجے شروع ہوا۔ علما اور مفتیانِ کرام سیمینار ہال میں پہنچ گئے لیکن مجھے اپنی قیام گاہ پر ہی رہ جانا پڑا۔ دراصل عین وقت پر روزنامہ लोकस्वामी, इंदौर सभा کی ایک ٹیم مجھ سے انٹرویو لینے کے لیے پہنچ گئی۔ دار العلوم کے شیخ الحدیث مولانا نور الحق نوری میرے ساتھ تھے۔ ایڈیٹر نے سیمینار اور ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق ایک تفصیلی انٹرویو لیا جسے اخبار نے اگلے ہی دن فرنٹ پیج پر شائع کیا اور دو سو سے زائد کاپیاں علما کے درمیان تقسیم بھی کرادیں۔

حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے پیچیدہ اور نئے مسائل کے حل کے لیے مجلس شرعی مبارک پور کی تشکیل کی۔ مجلس شرعی مبارک پور جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے سالانہ فقہی سیمینار منعقد کرتی ہے۔ اب تک ۱۷ رکامیاب سیمینار ہو چکے ہیں۔ اور درجنوں جدید فقہی مسائل باتفاقِ رائے حل ہو چکے ہیں۔

مجلس شرعی کا یہ سترہواں فقہی سیمینار مدھیہ پردیش کے خوب صورت شہر اندور میں ہوا، سیمینار کے اہتمام اور میزبانی کے فرائض دار العلوم نوری اور تنظیم اہل سنت اندور نے بڑے ولولہ اور ترنگ کے ساتھ انجام دیے۔ مفتی مالوہ حضرت مولانا مفتی محمد حبیب یار خاں نوری، دار العلوم نوری کے بانی حضرت الحاج عبد الغفار نوری بابا اور دار العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الحق نوری نے حسن اہتمام اور نظم و نسق کی اعلیٰ مثال قائم کی، دار العلوم کے اساتذہ، طلبہ، اراکین اور اہل اندور نے بے پناہ اخلاص و محبت کا ثبوت پیش کیا۔ عمدہ قیام و طعام کے ساتھ باضابطہ ڈاکٹروں کا بھی نظم کیا گیا تھا۔ اہل اندور کے نقوشِ محبت آج بھی شرکاے سیمینار کے دل و دماغ پر تازہ ہیں اور انشاء اللہ اخلاص و محبت کے یہ نقوش دلوں کے آفاق پر ہمیشہ درخشاں رہیں گے۔

اندور ہندوستان کا وسط ہے۔ عہد مغلیہ میں یہ دینی علوم کا مرکز رہا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفا حضرت مولانا کمال الدین اور حضرت مولانا مغیث الدین موج اور شہنشاہِ مالوہ وغیرہ اربابِ علم و روحانیت نے بھی اس سرزمین کو عشق و عرفان کے چشموں سے سیراب کیا۔ مفتی مالوہ حضرت مفتی حبیب یار خاں نوری نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں فرمایا:

"مانڈو میں شاہی محلات، مقبرے اور مسجدوں کے درمیان اشرفی محل کے قریب دینی درس گاہ کے آثار اب بھی موجود ہیں انھیں کی روایت ہے کہ اس علاقے کے راجہ بھوج نے شق القمر کا معجزہ دیکھ کر اسی وقت ایمان لانے اور اپنا ایک وفد بھیج کر بارگاہِ رسالت میں تحائف پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔"

اس طرح عہد رسالت ہی میں اس علاقے میں نورِ حرم کی کرنیں پہنچ گئی تھیں۔ عشقِ رسول ﷺ مسلمانانِ مالوہ کے خون میں شامل ہے۔ وارفتگی عشق کے انھیں جذبات نے اس علاقے کے رشتے مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بھی مستحکم رکھے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاج دارِ اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اندور کو اپنا وطن ثانی کہا کرتے تھے۔ اس وقت مالوہ میں مصباحی علما بھی بڑی تعداد میں تدریس و تبلیغ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دار العلوم نوری اندور کا ایک قدیم ادارہ ہے، اس کی تعلیمی اور تبلیغی خدمات کے اثرات، مدھیہ پردیش میں وسیع اور قدیم ہیں۔ اندور کی نئی آبادی کھجرانہ میں دار العلوم کی چار منزلہ جدید عمارت جلد ہی تعمیر ہوئی ہے۔ یہ قلعہ نما فلک بوس عمارت آرام دہ بھی ہے اور پر شکوہ اور دیدہ زیب بھی۔ اسی جدید عمارت میں مہمانوں کے قیام و طعام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پہلی منزل میں ایک وسیع سیمینار ہال، بنام "تاج دار اہل سنت ہال" ہے، جس کا افتتاح اسی فقہی سیمینار سے ہوا۔ اس عمارت کی تعمیر پر قریب ایک کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اس سے آپ اندور میں دار العلوم نوری کی مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۳۰ رجنوری ۲۰۱۰ء تا ۲ رفروری ۲۰۱۰ء سیمینار کی کل چھ نشستیں ہوئیں۔ صبح کی نشست ۹ ربجے تا ۱:۳۰ ربجے اور رات کی نشست بعدِ مغرب تا ۱۱ ربجے شب ہوتی۔ ان نشستوں کی صدارت علاحدہ علاحدہ بلند پایہ علما اور مشائخ نے فرمائی۔ خطباتِ صدارت آپ اسی شمارے میں پڑھ سکتے ہیں۔ نظامت کے فرائض سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی نے انجام دیے۔ سیمینار میں ہندوستان بھر سے ایک سو سے زائد علما و مشائخ اور مفتیانِ کرام نے شرکت کی۔

سیمینار کے لیے پانچ موضوعات کا انتخاب ہوا تھا: (۱)- مساجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ کے اخراجات کا انتظام۔ (۲)- مجوزہ فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع۔ (۳)- غیر رسم عثمانی میں قرآنِ کریم کی کتابت۔ (۴)- تجارتی فلیٹوں پر زکوۃ۔ (۵)- طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکاۃ۔ پہلے عنوان پر ۴۴ ر دوسرے پر ۲۷ ر تیسرے پر ۳۱ ر چوتھے پر ۲۸ ر اور پانچویں عنوان پر ۳۱ ر مقالات موصول ہوئے۔ جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۶۲۲ ر ہے۔ یہ تمام مسائل علماے کرام کے زبردست مذاکرہ و مباحثہ کے بعد اتفاقِ رائے سے حل کر لیے گئے۔ یہ فیصلے سراج الفقہا ناظم مجلس شرعی کے قلم سے اس شمارے میں شامل ہیں اور وہی سیمینار کے حاصل ہیں۔

سیمینار کی آخری نشست میں مشاہیر علما اور مشائخ نے گراں قدر تاثرات بھی پیش کیے۔ نشست کے آخر میں ایک ذمہ دار میزبان کی حیثیت سے دار العلوم نوری کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الحق نوری نے محبت بھرا تحریری "ہدیۂ تشکر" بھی پیش کیا۔ ۲ رجنوری ۲۰۱۰ء کو بعد نمازِ ظہر ختم بخاری شریف کی مقدس محفل کا انعقاد ہوا جس میں بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ علما اور اہل اندور نے شرکت فرمائی۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی صاحب نے ختم بخاری شریف کی رسم ادا فرمائی اور آخر میں حاضرین اور امت مسلمہ کے لیے رقت انگیز دعا ہوئی۔

سیمینار و کانفرنس کے تعلق سے اخبارات و رسائل کو اشتہار دیے گئے تھے اور شہر کے اہم علاقوں میں ہورڈنگ بھی لگائی گئی تھیں۔ درگاہ شریف کے سامنے وسیع و عریض میدان میں کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ کانفرنس میں اجمیر شریف کے گدی نشیں حضرت علامہ سید مہدی میاں، شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب، امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا شاکر علی نوری، ممبئی، خطیب اہل سنت حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی امریکہ اور راقم سطور کے خطابات ہوئے۔ جب کہ خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ حضرت منانی میاں بریلوی بھی جلوہ بار تھے۔ کانفرنس میں علماے کرام کی کثرت کی وجہ سے دو اسٹیج بنائے گئے تھے۔ ایک مرکزی اسٹیج تھا جس پر بیرونی علما اور مشائخ تھے، جب کہ دوسرے اسٹیج پر مقامی اور علاقائی علما اور ائمۂ کرام رونق افروز تھے۔ کانفرنس میں علما و مشائخ اور ائمۂ کرام کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی اور اسٹیج کے سامنے ہزاروں ہزار کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع شوق تھا۔ ناظرین کا تاثر تھا کہ اس علاقے میں اتنی عظیم الشان کانفرنس آج تک نہیں ہوئی۔ کانفرنس کی نظامت خطیب مہاراشٹر حضرت مولانا منصور علی خاں ممبئی اپنے مخصوص لب و لہجے میں فرما رہے تھے۔ کانفرنس کے اختتام پر دار العلوم نوری سے فارغ ہونے والے طلبہ کو دستارِ حفظ اور دستارِ فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔

کانفرنس میں تنظیم ابناے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے حسب ذیل تجاویز مفتی زاہد علی سلامی نے پڑھ کر سنائیں، علما اور مجمع عام سے جن کی پرزور تائید کی گئی:

❶ — دہشت گردی کسی بھی ملک اور کسی بھی قوم کی جانب سے ہو، انتہائی خطرناک ہے۔ اب ہمارے ملک پر بھی خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں اس لیے حکومت کے ساتھ اہلِ وطن کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ سماج میں درآئے ملکی اور غیر ملکی دہشت گردوں کو بے نقاب کریں تاکہ گلستانِ ہند میں امن و یک جہتی کی فضا قائم ہو اور ملک ترقی کی شاہ راہ پر گام زن رہے۔ ہندوستان صوفی سنتوں کا ملک ہے۔ صوفی ازم کا فروغ ملک میں امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ برصغیر میں اس وقت صوفی ازم کا دوسرا نام اہل سنت و جماعت ہے جسے عرف عام میں بریلوی مکتب فکر بھی کہا جاتا ہے۔ اس وقت ملک میں اہل سنت کی تعداد اسّی فی صد ہے، مگر افسوس صوفی ازم کی مخالف وہابی تحریک ملک اور بیرون ملک میں شدت پسندی کو فروغ دے رہی ہے۔ یہ اجلاس ایسے تمام افراد کی سخت مذمت کرتا ہے جن کا تعلق کسی بھی طرح کی دہشت گردی سے ہے۔ اسی کے ساتھ حکومتِ ہند سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایسے تمام اداروں اور تحریکوں پر سخت نظر رکھے جن کے رشتے طالبان یا دیگر شدت پسندوں سے ہیں۔

❷ — سابق مرکزی وزیر تعلیم ارجن سنگھ کے دور سے سینٹرل مُدرسہ بورڈ کی تشکیل ایک معما بنی ہوئی ہے۔ چند ماہ پہلے موجودہ مرکزی وزیر تعلیم کپل سبل صاحب نے سینٹرل مدرسہ بورڈ کا ایکٹ براے مشاورت جاری کیا تو ۱۰ رنومبر ۲۰۰۹ء میں اہل سنت کی سب سے بڑی درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہِ اعلیٰ عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب کی قیادت میں علماے اہل سنت کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی اور مرکزی وزیر تعلیم کو اپنی مشروط حمایت کا یقین دلایا۔ اس کے بعد ۳ ر دسمبر ۲۰۰۹ء کو خانقاہ مارہرہ کے سجادہ نشیں امین ملت حضرت

سید محمد امین میاں قادری برکاتی کی سرپرستی میں علماے اہل سنت کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی۔ آل انڈیا مدرسہ کو آرڈی نیشن کمیٹی کے اس وفد نے مدرسہ ایکٹ میں ترمیم واصلاح کی کاپی بھی پیش کی۔ مرکزی وزیر جناب کپل سبل صاحب نے مدرسہ بورڈ کی تشکیل کے سلسلے میں جلد ہی عمل در آمد کا یقین بھی دلایا مگر افسوس کہ دوماہ کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی مرکزی حکومت نے اس جانب کوئی پیش رفت نہیں کی۔ ملک بھر سے آئے سیکڑوں مدارس کے ذمہ داران مرکزی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کمیٹی کی ترمیم واصلاح کے مطابق سینٹرل مدرسہ بورڈ کی تشکیل کو جلد عمل میں لائیں۔

❸— مدھیہ پردیش میں چند سال پہلی اسٹیٹ مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں آچکا ہے، مگر افسوس یہاں دینی تعلیم کے اساتذہ کو اب تک تنخواہوں سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ اجلاس مدھیہ پردیش حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اتر پردیش مدرسہ بورڈ کے مطابق مدرسہ بورڈ ایم.پی. کو بھی متحرک وفعال بنائے۔

❹— ممبئی بلکہ پورے مہاراشٹر میں اتری بھارت سے آئے لوگوں کو مسلسل ستایا جارہا ہے۔ ملک کا کوئی علاقہ کسی مخصوص طبقے یا کسی مخصوص زبان کی جاگیر نہیں ہے۔ ہر ہندوستانی باشندہ ملک کے کسی بھی علاقے میں رہنے بسنے اور تجارت وملازمت کا قانونی حق رکھتا ہے۔ یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شیوسینا کی جمہوریت مخالف شر انگیزیوں کا سلسلہ بند کرائے اور مہاراشٹر میں اتری بھارت کے باشندوں کے لیے امن وتحفظ بحال رکھے۔

❺— آج کا یہ اجلاس مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ رنگاناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات کے مطابق مسلم ریزرویشن کا نظم کرے تاکہ ہندوستانی مسلمان دیگر باشندگانِ ہند کی طرح پرسکون اور پراعتماد زندگی گزارنے کے اہل ہوں۔

سیمینار کی رپورٹیں ملک کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوئیں۔ اندور میں اردو کا کوئی اخبار شائع نہیں ہوتا، لیکن ہندی اور انگریزی کے قریب ۲۵ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ علاقائی سطح کے ہیں اور کچھ ملکی سطح کے۔ ہمارے پہنچتے ہی پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا نے رابطہ شروع کر دیا تھا۔ پریس کلب کی جانب سے ہمیں پریس میٹ کی دعوت بھی ملی تھی، مگر ہم مسلسل مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں نکال سکے۔ انفرادی طور پر الیکٹرانک میڈیا کے متعدد چینلوں نے ہمارے انٹرویو لیے اور بڑے اہتمام سے نشر کیے۔ متعدد اخبارات کے نمائندوں نے بھی تفصیلی انٹرویو لیے۔ ارادہ تھا کہ ان انٹرویوز کو اسی شمارے میں شامل کر لیا جائے، مگر صفحات کی تنگی کے پیش نظر ہم ایسا نہیں کر سکے۔ سیمینار اور کانفرنس کی رپورٹنگ اخبارات نے بڑی دل چسپی سے کی تھی، اس کے لیے ہم میڈیا کے شکر گزار ہیں۔ سردست ایک انگریزی اخبار کا تراشہ نذر قارئین ہے:

Indore— The four day convention of maulanas of the country concluded on Tuesday. Maulana Mubarak Husain Misbahi said that Muslim community will not tolerate atroxities of Shiv Sena on Muslims of North India in Mumbai.

This was the first time when the Muslim community boldly spoke up on the matter. He said that Mumbai is not the property of Shiv Sena. The convention supported Ranganath Mishra Commission recommendations, Maulana said adding that the government should implement these recommendations.

The commission in its recommendations suggested reservation to the Muslim community. The Madhya Pradesh Madrasa Board has come into existence a few years ago, but sad to say the teachers of madrasas are not receiving salaries from government. Maulana demanded that the board be modified like the Madrasa Board U.P.

It is the duty of the citizen, irrespective of their religion, caste or creed, to help the government to fight against terrorism. Those having any contact with Taliban or other terrorists group should be kept under strict vigilance. (Indore Journal, Wednesday, Feb 3, 2010) ☆☆☆

خطبۂ استقبالیہ

مفتی محمد حبیب یار خاں قادری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ — اما بعد!

حضرات علما ومشائخ اہل سنت واکابر واساطین دین وملت دامت فیوضکم علینا وعلیٰ سائر اھل السنۃ والجماعۃ وجملہ حاضرین فقہی سیمینار!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ شکر واحسان کہ علم وفضل وکمال کے حاملین، علوم نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے وارثین، نجوم رشد وہدایت حضرات علماے اہل سنت نے دار العلوم نوری اندور اور اس علاقے کے تمام خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کو زیارت وضیافت کا زریں موقع عنایت فرمایا۔

چوں کہ مالوہ کی سرزمین میں مہمان نوازی کا خمیر شامل ہے۔ مہمان کی آمد پر خوش ہونا، دل وجان سے ان کی خاطر مدارات کرنا، ان کا ہر طرح خیال رکھنا یہاں کے باشندوں کی فطرت وعادت ہے۔ اس لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی مجلس شرعی کے سترہویں فقہی سیمینار کے مرکز اہل سنت دار العلوم نوری اندور میں انعقاد کی خبر سے اہل سنت کے تمام حلقوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ اتنی بڑی اور عظیم شخصیتوں کی خدمت کا موقع ملنا یقیناً ہماری میزبانی کی معراج ہے۔

ارکانِ تنظیم اہل سنت مجلس علما ومجلس مشاورت، مدرسین دار العلوم نوری اور عوام اہل سنت نے نہ صرف مخلصانہ تعاون کا یقین دلایا بلکہ شب وروز کی مسلسل تیاریوں میں مصروفِ عمل ہو گئے۔

بحمدہٖ تعالیٰ! آج ”تاج دارِ اہل سنت ہال“ رضا منزل، دار العلوم نوری کھجرانہ اندور میں عالم اسلام کے ممتاز مفکرین ومحققین، ارباب علم ودانش، علماے کرام اور قابل فخر مفتیانِ ذوی الاحترام تشریف فرما ہیں۔

میں بہ زبان قال دل کی گہرائیوں سے تنظیم اہل سنت، دار العلوم نوری، علماے اہل سنت اور عوام اہل سنت مالوہ اندور اور خود اپنی جانب سے تمام علما ومشائخ کرام کا استقبال کرتا ہوں۔ مرحبا صد مرحبا۔ آپ کا وجود، مسعود ومبارک، آپ کا مقام ومنصب مبارک، آپ کا سفر مبارک، آپ کی آمد مبارک، آپ کی زیارت وملاقات مبارک، آپ کے ارشادات ومقالات مبارک اور سترہواں فقہی سیمینار مبارک۔

آپ حضرات نے صبح بنارس اور شام اودھ کا چرچا خوب سنا ہے اب شبِ مالوہ کی پُرکیف فضاؤں میں آپ کا خیر مقدم ہے۔

حضرات! آپ نے وسط ہند کے اس علاقے میں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی ہے، جہاں باقاعدہ تحریک کے طور پر اسلام بہت بعد میں پہنچا ہے، مگر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس علاقہ کے راجہ بھوج نے شق القمر کا معجزہ دیکھ کر اسی وقت ایمان لانے اور اپنا ایک وفد بھیج کر بارگاہِ رسالت میں تحائف پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے! نیز نظام الملۃ والدین حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دو جلیل القدر خلفا حضرت مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مغیث الدین موج رحمۃ اللہ علیہ اور شہنشاہِ مالوہ علیہ الرحمہ کے علاوہ بہت سے علماے کرام نے اس کو اپنا مسکن بنایا۔

شاہانِ مغلیہ کے دور میں علوم دینیہ کا بھی یہ ایک اہم مرکز رہا ہے۔ مانڈو میں شاہی محلات، مقبرے اور مسجدوں کے کھنڈرات کے درمیان اشرفی محل کے قریب دینی درس گاہ کے آثار اب بھی موجود ہیں اور ماضی قریب میں امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفۂ ارشد حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے محبوب وماذون وخلیفہ سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی محمد رضوان الرحمٰن صاحب فاروقی مفتی مالوہ، اندور علیہ الرحمہ اور شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمہ کے شاگردِ رشید حضرت علامہ مفتی محمد طیب صاحب مفتی جاورہ علیہ الرحمہ نے اس سرزمین کو اپنے فیضانِ علم سے مالامال کیا۔

آقاے نعمت سیدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصی نظر عنایت اس علاقہ پر تھی اور ہے۔ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی

بانی ومہتمم دار العلوم نوری، اندور

ترویج واشاعت کے لیے یہاں سنیوں کی تنظیم اور ایک دار العلوم کے قیام کا حکم دیا۔ لہٰذا تنظیم اہل سنت اور دار العلوم نوری اندور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان ہی کی یادگار اور نشانی ہیں اور وسط ہند میں مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان ہیں۔ اسی لیے یہ ادارے اہل سنت کی آنکھوں کے تارے ہیں۔

آپ حضرات کو یاد ہوگا۔ "شاہ بانو" کیس سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے سے کس طرح پورے ملک میں بے چینی پھیل گئی تھی اور مسلمان سڑکوں پر آگئے تھے۔ مسلم پرسنل لا کی حمایت میں جگہ جگہ صبح وشام احتجاج ہو رہا تھا۔ جلسے، جلوس، ریلیاں اور ہر جمہوری طریقہ سے فیصلہ کی مخالفت ہو رہی تھی۔ دوسری طرف فرقہ پرستوں نے شاہ بانو کو سر پر اٹھالیا تھا۔ ایسے پر آشوب ماحول میں آپ کے اس خادم راقم الحروف اور دار العلوم نوری کے بانی وناظم اعلیٰ حافظ عبد الغفار صاحب نوری وغیرہ کی کوششوں سے شاہ بانو نے فیصلہ کو ٹھکرا کر توبہ کی اور مسلم پرسنل لا کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس اقدام سے پوری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہوا اور اہل سنت کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔

ابھی عرس قاسمی میں فکر وتدبیر کانفرنس کے موقع پر حضرت امین ملت پروفیسر محمد امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی (سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف) نے اسکول اور کالج کے طلبہ کے لیے ایک نصاب کی ضرورت کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ آپ حضرات کی معلومات کے لیے عرض کرنا چاہوں گا کہ الحمد للہ! یہ تحریک اندور میں آج سے تقریباً پچیس سال پہلے شروع ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں شیخ الحدیث دار العلوم نوری حضرت مولانا محمد نور الحق صاحب نوری نے "دینی نصاب" کے نام سے نرسری و کے جی کلاسوں سے بارہویں کلاس تک پندرہ درجات کے اسکولی طلبہ کے لیے ایک نصاب تیار فرما کر تدریجاً اسے شائع بھی فرمادیا ہے۔ یہ نصاب یہاں مسلم اسکولوں میں داخل نصاب ہے۔ آپ حضرات چاہیں تو اس نصاب کو من وعن یا ترمیم کے ساتھ پورے ملک میں داخل نصاب کیا جاسکتا ہے۔

مشرقی ہندوستان دینی تعلیم کا گہوارہ ہے، لیکن وسط ہند میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، اس کے لیے تنظیم اہل سنت کو آپ کے تعاون اور مشوروں کی ضرورت ہے۔

محترم حضرات! مجلس شرعی کا یہ سترہواں فقہی سیمینار ہے، اس سے قبل سولہ سیمینار منعقد ہو چکے ہیں اور الحمد للہ! ہمارے محققین فقہا کی کاوشوں سے ۴۰؍ پیچیدہ مسائل حل ہو چکے ہیں جو قابل ستائش ہیں۔ یقیناً مجلس شرعی کا یہ عظیم الشان فقید المثال کارنامہ ہے جو تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔

ایک سیمینار کے منعقد کرنے میں ہمیں کتنے جتن کرنے پڑے اور کن کن مراحل سے گزرنا پڑا، یہ ہم اور ہمارے رفقائے کار خوب جانتے ہیں۔ سولہ سال سے ارباب مجلس کس طرح مسلسل اس کام کو انجام دے رہے ہیں، ان کی ہمت اور حوصلے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ مولا تعالیٰ اربابِ مجلس کی ہمت اور حوصلے کو مزید توانائی اور استحکام بخشے۔ آمین۔

آپ حضرات نے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور ہماری دعوت کو قبول فرمایا۔ اس کے لیے ہم اہل اندور ومالوہ آپ تمام حضرات کے شکر گزار ہیں۔ خصوصاً حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ، حضرت مصباحی صاحب قبلہ اور صدر شعبۂ افتا حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ کے مشکور ہیں، جنھوں نے اندور کی سرزمین پر سیمینار کی اجازت مرحمت فرما کر ہمیں خدمت کا موقع عطا فرمایا۔

ہم سراپا ممنونِ کرم ہیں حضرت امین میاں صاحب قبلہ، حضرت مہدی میاں صاحب قبلہ، پیر طریقت ساجد میاں صاحب قبلہ، مفتی قاضی عبد الرحیم صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبد الشکور صاحب قبلہ، حضرت خواجہ صاحب قبلہ، حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ، حضرت مفتی مطیع الرحمن صاحب قبلہ کے کہ ان حضرات نے گوناگوں مصروفیات اور ضعف ونقاہت وعلالت کے باوجود زحمت گوارا فرما کر ہمیں اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا۔

حضرت مولانا رفیق عالم صاحب رضوی جامعہ نوریہ بریلی شریف کے بھی ہم شکر گزار ہیں جن کی تحریک اور تعاون سے ہمیں حوصلہ ملا تا آں کہ بفضلہ تعالیٰ آج اس فقہی سیمینار کا آغاز ہونے جارہا ہے۔ آخر میں عرض ہے کہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد نے ہمیں خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ ہم نے اور ہمارے احباب نے آپ حضرات کی خاطر تواضع کی پوری کوشش کی ہے، مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کی قدر ومنزلت کے برابر ہم آپ کی خدمات انجام نہیں دے سکتے۔ اس لیے اس سلسلے میں اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو ہم آپ سے درگزر کی امید رکھتے ہیں اور اگر ہماری کاوشیں لائق اعتنا ہوں تو ہماری دلی خواہش ہے کہ مستقبل میں ہمیں دوبارہ خدمت کا موقع دیا جائے، گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

مولا تعالیٰ اس سترہویں فقہی سیمینار کو کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے اور تمام عالم اسلام کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام مع الاکرام۔

خلوص کیش ——— محمد حبیب یار خاں قادری

۱۴؍ صفر ۱۴۳۱ھ / ۳۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء

مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سترہویں فقہی سیمینار کی کل چھ نشستیں ہوئیں۔ ان نشستوں کی مختلف اکابر اہل سنت نے صدارت فرمائی۔ ہر نشست کا آغاز تلاوتِ قرآنِ حکیم اور نعتِ رسولِ کریم ﷺ سے ہوتا، پھر صدر محفل سے خطبۂ صدارت سنا جاتا۔ اکابر اہل سنت کے پیش کردہ یہ خطبات ہم اہلِ سنت وجماعت کے لیے رہ نما خطوط کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلی نشست: زیرِ صدارت: حضرت مفتی مجیب اشرف، بانی ومہتمم دار العلوم امجدیہ ناگ پور

مفتیانِ عظام، مندوبین کرام! بالخصوص صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ اور محقق مسائل جدیدہ حضرت العلام مفتی نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت العلام مولانا مفتی حبیب یار خاں صاحب قبلہ کا میں شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے اس فقہی سیمینار کے لیے بحیثیت صدر منتخب کیا جب کہ میں اس منصب کے لائق نہیں تھا، لیکن بڑوں کی عنایتیں بھی بڑی ہوتی ہیں اور ان کی سوچ بھی اونچی ہوتی ہے۔ جب انھوں نے ایک منصب عنایت کیا تو ان کی دعاؤں سے ان شاء اللہ پروردگارِ عالم مجھے برکتیں عطا فرمائے گا۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا یہ عظیم اور اہم کارنامہ ہے کہ مسلسل سترہ سالوں سے اٹھنے والے مسائل اور الجھی ہوئی باتوں کو علما کی ایک بڑی جماعت کے سامنے رکھ کر اس کا شرعی حل تلاش کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ الحمد للہ آج یہ سلسلہ سترہویں منزل میں آگیا اور اس کے لیے اندور کے مسلمان اور دار العلوم نوری کے اربابِ حل وعقد کی مردانہ کوششیں تھیں کہ جامعہ اشرفیہ کے مبارک ہال سے ان مبارک افراد اور جماعتوں کو زحمتِ سفر دے کر اور یہاں دار العلوم نوری کے اس نئے اور نورانی ہال میں بلا کر اندور والوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہماری جماعت میں کیسے کیسے افراد ہیں اور ان کی علمی شان کیا ہے؟ ہماری جماعت علمی اعتبار سے مفلس وقلاش نہیں ہے بلکہ جماعت اہل سنت کا دامن علمی شخصیات سے مالا مال ہے اور ان شاء اللہ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کے سائے میں یہ علمی قافلہ جو رواں دواں ہے، ایک فوج کی شکل میں ایک دن نظر آئے گا۔ یہ بھی اشرفیہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ابتدائی سیمینار میں چند حضرات تھے لیکن سیمینار کی کامیابی نے لوگوں میں ذوق اور جذبہ پیدا کیا اور ہماری آنے والی نسل میں ایسے ایسے افراد پیدا کیے جو عمر کے اعتبار سے تو کم ہیں لیکن علم کے اعتبار سے بڑے بھاری بھرکم اور وزن دار ہیں۔ ان حضرات کی علمی کاوشیں ہمارے الجھے ہوئے مسائل سلجھانے میں معین ومددگار ہیں اور وہ مسائل کہ آج مسلمان اس سلسلے میں بغیر کسی پروا کیے ہوئے، جائز وناجائز کا احساس کیے بغیر آنکھیں بند کیے ان تمام باتوں پر عمل کرتا چلا جارہا ہے اور شریعت کے قوانین کی اس کو پروا نہیں کہ جو ہم عمل کر رہے ہیں وہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ ان تمام علمائے کرام کا یہ اقدام کہ ہم اپنے ان عوام کو جن کا شریعت سے رابطہ یا تو ٹوٹ چکا ہے یا وہ شرعی باتوں سے اس طرح سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں کہ وہ اپنے معاملات میں، اپنے عقائد میں، اپنے مسائل میں وہ سوچنے کے لیے تیار نہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط۔ ان علما نے معاشرے کے ان تمام افراد میں یہ احساس پیدا کرنا شروع کر دیا ہے کہ ہم جو کام رہے ہیں، اس کو اس انداز سے کریں کہ ہمارا کام بھی ہو جائے اور آخرت میں ہماری گرفت اور پکڑ بھی نہ ہونے پائے۔ انسان چوں کہ سہل پسند واقع ہوا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہر معاملے میں ہمارے لیے سہولت ہو اور سختی سے وہ گھبراتا بھی ہے اور بے زار ہو کر وہ بہت دور ہو جاتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اس نفسیات کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ حضور اکرم سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعثت بالحنیفۃ السھلۃ. کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بھیجا گیا ہے ایسی علت کے ساتھ جو تمام باطل اور غلط تصورات سے پاک اور صاف ہے اور عمل کے اعتبار سے بہت آسان ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر صحابۂ کرام سے فرمایا: یسّروا ولا تعسّروا. کہ تم اپنے لیے یہ لازم قرار دے دو کہ وہ کام اور وہ انداز اختیار کرو جس

میں لوگوں کے لیے آسانیاں ہوں اور سختی کی راہ نہ اختیار کرو۔ یہ فرمانِ رسول ہمیں یہ دعوت دیتا ہے کہ ہم ان مسائل میں مسلمانوں کی بھی خواہی کرتے ہوئے وہ راہیں اختیار کریں جو شرعی تقاضوں کو پورا بھی کریں اور قومِ مسلم کے لیے اس پر چلنا آسان بھی ہو جائے۔ اس لیے کہ مقصد کے حصول کے لیے کبھی کبھی کئی راستے ہوتے ہیں۔ بعض راستے اور طریقے وہ ہیں جن پر عمل در آمد سخت اور گراں ہوتا ہے، لیکن وہ راستہ حصولِ مقصد کے لیے بالکل صحیح ہوتا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرا طریقہ آسان ہے اور وہ بھی حصولِ مقصد کے لیے صحیح ہے تو ایسے موقع پر فقہاے کرام نے یہ تصور دیا اور یہ بتایا ہے کہ وہ راستہ جو مسلمانوں کے لیے آسان ہو وہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر مسئلے میں آسانی کو تلاش کرنا ہواے نفس کی اتباع ہے بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آسانی کا طریقہ اختیار کرنے میں احتیاط شرعی ہوتی ہے۔

میرے دوستو! یہ ہمارے علماے کرام آج اس لیے بیٹھے ہیں کہ بہت سی وہ باتیں جو ہمارے معاشرے میں اور ہماری جماعت میں اس کا عام طور سے اس پر عمل ہو رہا ہے، لیکن اس کے بارے میں ہم یہ ابھی تک سوچ نہیں سکے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ ان مسائل میں بہت سے مسائل اور عنوانات آج کے فقہی سیمینار میں پیش کیے جائیں گے۔ آج کا موضوع یہ ہے کہ مساجد کے اوپر جو اوقاف اور جو جائداد وقف ہوتی ہے، اس کے مال سے اور پیسوں سے کیا ایسی چیزیں جو سامانِ راحت ہیں، جیسے کہ فریج، کولر، الیکٹرک فین وغیرہ وغیرہ جو آج مساجد میں استعمال کیے جاتے ہیں، کیا ان کا استعمال مساجد کے اور اوقاف کی آمدنی سے اس کو خریدنا اور اس پر استعمال کرنا درست اور صحیح ہے کہ نہیں۔ یہ دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک معمولی مسئلہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوقاف اور اس کی آمدنی کی حفاظت کے لیے اس پر سنجیدگی کے ساتھ سوچ کر ایک ایسا فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہماری کسی طرح سے آخرت میں پکڑ نہ ہونے پائے۔ مسلمانوں کی رہ نمائی کے لیے، ان کی اصلاح کے لیے، یہ فقہی سیمینار ہم سب کے لیے مبارک ہے اور اس کی نورانیت سے انشاء اللہ ہمیں صحیح رہ نمائی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ دار العلوم نوری کے تمام اربابِ حل و عقد کو اور اس کے معاونین کو بالخصوص جناب مفتی حبیب یار خاں صاحب اور بابا نوری صاحب ان حضرات کی عمروں میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ بڑے حوصلوں سے کام لیا اور علما کی ایک عظیم جماعت کو آج اس ہال میں آنے کی زحمت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اقدام کو قبول فرمائے۔ السلام علیکم۔

دوسری نشست: زیرِ صدارت: حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، صدر مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بڑی مسرت کی بات ہے کہ مجلس شرعی کا فقہی سیمینار آج ایک نئے صوبے - مدھیہ پردیش - اور نئے شہر - اندور - سے روشناس ہو رہا ہے۔ دار العلوم نوری، اندور کے صدر و مہتمم مفتی حبیب یار خاں دام فضلہ، بانی و ناظم ادارہ الحاج عبد الغفار نوری اور ان کے رفقا و معاونین ہم سبھی حاضرین کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہمت سے کام لیا اور مبارک پور کی سرزمین سے زیادہ تزک و احتشام کے ساتھ اندور میں مجلس شرعی کا ستر ہواں فقہی سیمینار منعقد کیا۔ یقیناً اس سلسلے میں ان حضرات نے بڑی جد و جہد اور محنت و کاوش کی ہے اور بڑی ہم دردی و قربانی کا ثبوت پیش کیا ہے جس پر مجلس شرعی کی جانب سے میں ان حضرات کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ مولا تعالیٰ ان حضرات کی مخلصانہ خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے کرم بے پایاں سے وہ جزاے گراں مایہ عطا فرمائے جو ہمارے وہم و خیال سے بھی بالا و برتر ہو۔ ربِّ کریم خیر کی راہوں میں انھیں استقامت عطا فرمائے، ان کی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر بنائے اور دار العلوم نوری کو بھی ہر جہت سے فروغ و ترقی اور وسعت و استحکام بخشے۔ آمین بجاہ النبي الکریم علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ أفضل الصلاۃ وأکرم التسلیم۔

حضرات! اس موقع پر ایک شخصیت کی یاد بار بار آ رہی ہے۔ ان کی صورت ان کی سیرت، ان کی تگ و دو اور حرکت و عمل کا نقشہ بار بار آنکھوں میں پھر اجاتا ہے۔ وہ ہیں مخدوم گرامی حضرت مفتی رضوان الرحمن فاروقی مفتی مالوہ علیہ الرحمۃ والرضوان من الرحمن۔ بچپن میں ان کی کتاب اصلاح العوام کے ذریعہ میں ان سے متعارف ہوا۔ بعد میں دوسری کتابیں بھی دیکھیں اور ایک بار جگسلائی، جمشید پور میں ملاقات اور تقریر سننے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ پہلے اس پورے دیار میں صرف انھی سے میں آشنا تھا اور اتفاق سے اب حاضری اس دور میں ہو رہی ہے جب وہ برسوں پہلے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں میں زیادہ حالات سے واقف نہیں لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ اس خطے کی دینی فضا میں ان کی مساعی جمیلہ کا

دخل ضرور ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ دار العلوم نوری کی تاسیس و تعمیر میں اگر ان کی عملی شرکت نہیں تو ان کی فکر، ان کی تحریک، ان کی تربیت اور ماحول سازی کی شرکت ضرور ہے۔

افسوس کہ ان کی خدمات و حالات پر کوئی کتاب یا مضمون نہ ان کی زندگی میں دیکھنے کو ملا نہ ان کی رحلت کے بعد۔ اگر کچھ چھپا اور عام ہوا تو کوتاہی میری ہے کہ اب تک اسے حاصل نہ کر سکا۔ اور شائع نہیں ہوا تو کوتاہی ان کی ہے جنھوں نے خود تو ان سے فیوض و برکات بہت حاصل کیے مگر دوسروں کے لیے روشناسی کی کوئی صورت باقی نہ رکھی: ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ضرورت ہے کہ ان کی سبھی کتابیں بار بار شائع ہوتی رہیں اور ان کے حالات پر بھی کوئی جامع کتاب برابر دستیاب رہے۔

اب میں اپنے مندوبین کرام سے مخاطب ہوں جنھوں نے اپنی گراں قدر علمی کاوشوں سے مجلس شرعی کو قوت پہنچائی اور اب کی بار پہلے سے زیادہ سفر کی صعوبتیں اٹھائیں اور زیادہ وقت کی قربانی بھی پیش کی۔ اس عنایت و آمد پر میں آپ سبھی حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں اور شکر گزار ہوں کہ مجلس کے ساتھ آپ نے جو پیمانِ وفا باندھا، سفر کی صعوبت، موسم سرما کی شدت اور وقت کا اضافہ اس میں رخنہ انداز نہ ہو سکا۔ اور یہاں بھی آپ کی وہی ہمت و عزیمت جلوہ نما ہے جو مبارک پور میں ہوتی ہے۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔

آپ غور کریں تو امت کی رہنمائی اور دین کی تبلیغ و اشاعت کا جو فریضہ نائبین رسول کی گردنوں سے وابستہ ہے وہ خود انھیں بہت ساری ذمہ داریاں اپنے کاندھوں پر اٹھانے کی دعوت دیتا ہے۔ انھی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے جس کے لیے آپ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کسی دوسرے کے لیے نہیں بلکہ خود اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں اگر کوئی داعی بن گیا اور مذاکرات کے اجتماع اور ضروریات کے مصارف کا بار اپنے سر اٹھا لیا تو اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں بلکہ اسی فرض میں اعانت کے لیے جو خدا اور رسول کی جانب سے آپ کے اوپر عائد ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے داعی خود اصل ذمہ داروں کے تشکر و امتنان کا حقدار ہے۔

حضرات! کام بہت ہیں، جن کا احساس اور شدید احساس آپ کو بھی ہوگا۔ مگر آپ پیش قدمی کیوں نہیں کرتے؟ اس لیے کہ ہر بڑے کام کے لیے باصلاحیت افراد اور سرمایہ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر افراد موجود ہیں مگر وسائل مفقود ہیں تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر سرمایہ اور وسائل فراہم ہیں مگر لائق افراد دستیاب نہیں تو ہو سکتا ہے کہ سارا سرمایہ خرد برد ہو جائے اور کام کچھ نہ ہو پائے یا سرمایہ تو کسی قدر محفوظ رہے مگر جتنا اور جیسا کام ہونا چاہیے ویسا نہ ہو سکے۔

بیش تر حضرات ایسے ہی ہیں جو افراد اور وسائل دونوں کو یکجا کر کے کام آگے بڑھانے کے تصور ہی سے خائف اور لرزاں و ترساں ہیں اس لیے ہر کام اپنے کسی درد مند کرم فرما اور حوصلہ مند کار آزما کے انتظار میں پڑا گریاں اور محوِ نالہ و فغاں ہے۔

جب کسی ضروری اور اہم کام کی بات آتی ہے تو اپنی براءت کے لیے یہ کہہ کر تسلی حاصل کر لی جاتی ہے کہ یہ کام فلاں ادارے، فلاں خانقاہ، یا فلاں شخصیت کو کرنا چاہیے۔ ان کے پاس افراد بھی ہیں اور وسائل کی بھی فراوانی ہے۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہم کیا کر سکیں گے۔

جب کسی قوم پر ادبار آتا ہے تو اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ سب ایک دوسرے کو الزام دے کر اور ایک دوسرے کا شکوہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور سلطنت ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ مخالف میدان خالی پاتا ہے اور علاقے کا علاقہ بغیر کسی مزاحمت کے فتح کرتا چلا جاتا ہے۔ بے حس قوم کو اس پر بھی ہوش نہیں آتا اور دوسرے کی غلامی کا قلادہ گردن میں ڈال کر چین سے سو جاتی ہے یا موت کے گھاٹ اتر کر ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ ربِّ العٰلمین۔

حضرات! ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ اہلِ حق کے لیے بڑا ہی صبر آزما اور بہت زیادہ ہمت و حوصلہ اور فعالیت کا طالب ہے۔ شکوہ و شکایات اور اپنی بے بسی کا ماتم بند کر کے امکانات پر غور کرنے اور کچھ کرنے کے لیے قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اس ماحول میں بھی بہت سے ادارے، بہت سے افراد اور بہت سی تنظیمیں گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ انھی کے باعث ملت کی کشتی طوفانوں کی زد پر بھی کسی حد تک رواں دواں ہے۔ ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔ ہم اس فکر کی تائید ہرگز نہیں کر سکتے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں اور جو نہیں ہو رہا ہے وہی سب کچھ ہے نہیں! جو

نیک کام ہو رہا ہے وہ بھی اہم اور قابل قدر ہے اور جو ضروری کام نہیں ہو رہا ہے وہ بھی اہم اور قابلِ توجہ بلکہ واجب العمل ہے۔

میں یہاں بطور نمونہ چند اہم کام شمار کراتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ ان پر غور کیا جائے اور انھیں بروئے کار لانے کی فکر کی جائے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ آج ایسے کاموں کو اپنایا جاتا ہے جو عمومی نوعیت کے ہوں اور سب کے لیے باعث کشش بنیں۔

مثلاً قرآن کریم کی تفسیر یا کسی مشہور کتابِ حدیث کی شرح لکھی جاتی ہے جو ہر طبقے کے لیے باعث توجہ اور قابل استفادہ ہو، اس میں کچھ یا بہت کچھ کسی باطل مذہب کی تائید میں بھی ہوتا ہے جو مخالف قاری کو ناگوار ہوتا ہے پھر بھی کتاب کے عام فوائد کے باعث اس کا مطالعہ کر جاتا ہے اور موافق قاری ان قابل اعتراض مقامات کو مخفی رکھ کر عام افادات دکھاتے ہوئے بڑھا چڑھا کر تعارف کراتا ہے اور مصنف کو مفسرین و محدثین کی اونچی صف میں جگہ دلاتا ہے

ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ تفسیر کشاف کا اعتزال اگر بہت سی جگہوں پر چھپا ہوا ہے تو بے شمار جگہوں پر بالکل برہنہ اور کھلا ہوا ہے مگر اشتقاق، نحو، صرف، معانی و بیان وغیرہ سے متعلق اس میں ایسے افادات بھی ہیں کہ امام رازی کی مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) بھی ان کی نقل سے خالی نہیں۔ جب کہ ردّ معتزلہ امام رازی کا خاص مقصد ہے۔ کسی بھی آیت سے اگر معتزلہ نے استدلال کیا ہے تو اس استدلال کا ذکر کرتے ہوئے اس کا تفصیلی یا اجمالی رد تفسیر کبیر میں ضرور ملے گا۔

آپ اگر ہندوستان یا بیرونِ ہند کے عام تعلیمی حلقوں میں کسی شخصیت کے علم و فضل کا خطبہ پڑھیں تو آپ سے سوال ہوگا کہ ان کی تصنیفات کیا ہیں؟ انھوں نے اگر قرآن کی تفسیر یا صحاح ستہ وغیرہ میں سے کسی کتاب کی شرح لکھی ہو یا کوئی سیرت و تاریخ لکھی ہو یا عام اسلامی موضوعات پر کوئی کام کیا ہو تو بتایئے، ہم استفادہ کریں۔

دوسروں نے اس عالمی صورت حال کو بہت پہلے سمجھ لیا اور اسی نہج پر کام کر کے دنیا میں اپنی حیثیت تسلیم کرالی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارے لیے یہ باور کرانا مشکل ہے کہ یہ قد آور مصنفین کسی باطل فکر و خیال کے حامل تھے۔

اب کچھ ضروری اور اہم کاموں کی فہرست پیش کر رہا ہوں۔ آپ صرف سننے کی بجائے عمل کے امکانات پر غور کریں۔

(۱) - ایک سیاسی تنظیم :- ہم جس ملک کے باشندے ہیں اس میں ہمارے بہت سے مسائل اور حقوق ہیں، اگر ہمارے قومی معاملات و مسائل میں حکومت کی جانب سے کوئی رخنہ اندازی ہوتی ہے تو اس سے فوراً آگاہی اور صحیح حل کے لیے تگ و دو ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی طرح حکومت سے عام باشندوں یا خاص اقلیتوں کو اگر کچھ فوائد مل رہے ہیں تو ان سے واقفیت اور قانونی طور پر ان کے حصول کی کوشش ہونی چاہیے مگر حال یہ ہے کہ چالاک لوگ سب کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ کوئی قومی و ملکی مسئلہ پیش آتا ہے تو ساری آوازیں دوسرے ہی خیموں سے بلند ہوتی ہیں اور ہماری طرف بالکل سناٹا دکھائی دیتا ہے جیسے ہمارا یہ مسئلہ ہی نہیں ایسے مواقع پر عوام جسے اپنی نمائندگی کرتے ہوئے پاتے ہیں اسے اپنا رہبر اور قائد مان لیتے ہیں اور جنھیں غافل دیکھتے ہیں ان سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں یا کم از کم ان کی غفلت و خاموشی پر شاکی رہتے ہیں۔

ان حالات میں اپنی آواز بلند کرنے اور اپنی قیادت واضح کرنے کے لیے کوئی سیاسی پلیٹ فارم ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے مناسب صورت یہ ہے کہ دلی میں اپنی زمین ہو جس پر جدید سہولیات پر مشتمل شاندار عمارت ہو، ایک مستقل عملہ ہو جو باضابطہ سرگرم عمل ہو۔ اسے چلانے کے لیے بہت بیدار مغز اور سیاسی بصیرت رکھنے والے افراد پر مشتمل ایک کمیٹی ہو جس کے سبھی ارکان دلی یا اس سے قریب مقامات کے رہنے والے ہوں تاکہ کسی معاملے میں فوراً مشاورت اور اجتماع کی ضرورت ہو تو سب لوگ بآسانی جمع ہو جائیں پھر اس کی شاخیں مختلف شہروں میں قائم کی جائیں۔ ابتداءً ایک دو با تنخواہ کارکن، کرایے کے ایک دو کمرے اور آمد و رفت کے لیے گاڑی رکھ کر بھی کام کا آغاز ہو سکتا ہے۔ مگر جو بھی آغاز ہو منصوبہ بند، مضبوط اور مستحکم ہونا ضروری ہے۔ باضابطگی، منصوبہ بندی اور گہری سوچ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے کام مضحکہ خیز بن جاتے ہیں یا دیرپا نہیں ہوتے۔

(۲) - کچھ اور کام بھی عرض کرنے تھے مگر تفصیل سے گریز کرتے ہوئے اشارات پر اکتفا کرتا ہوں:

(۱) - سیرت و تاریخ (۲) - تفسیر و علوم قرآن (۳) - حدیث و علوم حدیث۔ (۴) - تبلیغ کے لیے کسی عالمی زبان کی مہارت
(۵) - ہندوستان کی مقامی زبانوں میں کام (۶) - اردو کتابوں کے عربی اور انگریزی ترجمے
(۷) - عصری اور دل نشیں اسلوب میں اپنے مذہب کا اثبات اور مذاہب باطلہ کا ابطال (۸) - اپنے موجودہ اور گزشتہ علما کی خدمات کا تعارف۔

یہ سب موضوعات بلکہ شعبہ جات لمبے وقت اور مستقل محنت کے طالب ہیں جن پر باصلاحیت افراد کو لگنے اور کام کرنے کی ضرورت ہے، بعض کام انفرادی طور پر کیے جا سکتے ہیں اور بعض اکاڈمی کی شکل میں ہونا چاہیے کیوں کہ باضابطہ لائبریری اور دیگر وسائل کے بغیر کوئی ٹھوس، مضبوط اور اعلیٰ کام ہونا بہت مشکل یا ناممکن ہے۔

فی الحال اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، تفصیل کسی غیر رسمی مجلس میں بھی ہو سکتی ہے۔

حضرات! یہ تین چار ایام آپ کی سخت مصروفیت کے ہیں۔ سولھویں فقہی سیمینار میں وقت کی کمی کے باعث تین موضوعات پر مباحثہ و فیصلہ باقی رہ گیا تھا۔

(۱) - غیر رسم عربی میں قرآن کریم کی کتابت (۲) - طویلے کے دودھ کا مسئلہ (۳) - فلیٹوں کی حیثیت زکاۃ کے نقطہ نظر سے

خاص اس سیمینار کے لیے دو نئے موضوعات دیے گئے:

(۱) - مسجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ کا انتظام (۲) - فلیٹوں کی بیع در بیع کا مسئلہ

ان سبھی موضوعات پر آپ کو بحث کرنی ہے اور انھیں فیصلے تک پہنچانا ہے۔ ربّ کریم علم و عرفان کے دروازے کشادہ فرمائے اور صحیح حل تک پہنچنے کی توفیق جمیل مرحمت فرمائے۔

حضرات! آپ کی تشریف ارزانی پر میں ایک بار پھر آپ کو خیر مقدم کہتا ہوں اور آپ کی عنایات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آمد و رفت اور قیام کے دوران اگر کوئی تکلیف ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، اس پر نظر رکھیں کہ مشقتوں سے عمل خیر کا رخ دوبالا ہو جاتا ہے۔ دعا فرمائیں کہ ربّ کریم ہم منتظمین کو آپ کے لیے زیادہ آسانیاں فراہم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مندوبین کے ساتھ میزبانوں اور اس کار خیر میں حصہ لینے والے سبھی معاونین، مخلصین اور محبین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سب کی مشترکہ کاوش و محنت اور تعاون سے یہ سیمینار منعقد ہوا ہے اور انشاء المولی تعالیٰ خیر و خوبی اور کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر بھی ہوگا۔ ربّ کریم سب کو اپنے بے پایاں فضل و کرم سے نوازے اور دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْأَنْجَدِ الْأَكْرَمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أُوْلِي الْفَيْضِ وَالْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ وَالْكَرَمِ۔

تیسری نشست: زیرِ صدارت: حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی، بریلی شریف

حضرات حاضرین کرام! آپ کی خدمت میں میرا نیاز مندانہ سلام عرض ہے۔ یہ اجلاس مقرر ہوا ہے۔ فقہی سیمینار کا۔ اس سے پہلے بہت سے سیمینار ہو چکے ہیں۔ اس میں اشرفیہ مبارک پور کے سیمینار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ویسے اور دوسری جگہوں پر بریلی شریف میں بھی سیمینار ہوئے ہیں۔ سیمینار سے مسائل کی تنقیح، جو اختلافی مسائل ہیں جن میں علما کو تردد ہے، اس کی تنقیح ہو جاتی ہے اور علم کا ایک خزانہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سیمینار بہت مفید ہے۔ آپ حضرات کی حاضری بہت بہتر ہوئی، اور آپ کی حاضری سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دینی خدمت میں کافی حصہ لینے کا موقع دے اور آپ کے علم و فہم میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس سیمینار کو بہت اچھے پیمانے پر کامیاب فرمائے۔ ہماری طرف سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیابیوں سے ہم کنار کرے اور آپ سب کے درجات بلند کرے، آپ کو ثوابِ عظیم عطا فرمائے اور اسی طریقے سے اور دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

چوتھی نشست: زیرِ صدارت: حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور، فیض آباد

ہماری جماعت کے باعظمت علماے کرام کی موجودگی میں مجھ جیسے ناتواں کو صدارت کے لیے انتخاب فرمانا، کچھ سمجھ میں بات نہیں

آرہی ہے۔ میرا تو حال یہ ہے کہ میں۔

شکستہ کشتی ہوں طوفان کے گھیروں میں　　کھا رہا ہوں ہچکولے موجوں کے تھپیڑوں میں

اور حضرت جامع صفاتِ حمیدہ، محقق مسائل جدیدہ، فقیہ العصر، ممتاز الفقہا حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تعارف میں میرے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، یہ ایسے ہی معلوم ہوتا ہے جیسے پرانے زمانے سے مثل مشہور ہے کہ کھڑے کو سویا کہتے ہیں، ہوتا ہے پودا کھڑا، کہا جاتا ہے سویا ہے یہ۔ گاڑی چلتی ہے تو چلتی کو گاڑی کہتے ہیں، وہ چلتی ہے تو کہتے ہیں گاڑی ہے، اور گاڑی کیا؟ ہوا تو چل رہی ہے۔ بارات پورے شہر میں گشت لگا رہی ہے تو کہتے ہیں جلوس ہے، جلوس ہے وہ؟ رواں دواں ہے۔ کسی پر دل مچل گیا، چلا گیا دل تو کہتے ہیں دل آگیا۔ دل آگیا کہ دل چلا گیا؟ تو کچھ الفاظ ہمارے مابین ایسے جاری و ساری ہو گئے ہیں کہ لغوی اعتبار سے کچھ اور ہیں لیکن عرفی اعتبار سے کچھ اور۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا، ہماری شان میں: "واقفِ اسرار"۔ تو واقف کا معنیٰ واقفیت نہیں ہے، بلکہ وقوف والا ہے، کچھ نہیں ہے، بیکار ہے وہ۔ واقف کھڑا ہے، بہر حال! یا تو ہم جیسے مریض کو اس مقدس منصب پر فائز کرنے کی وجہ یہ رہی ہو گی کہ ہم نے آپ کے علمائے کرام سے سنا ہے اور کتابوں میں بھی پڑھا ہے کہ مریض کی دعا خدا کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے۔ یہاں ہم جیسا تو کوئی مریض ہے ہی نہیں۔ ویسے تو ہندوستان کی سرزمین کیا، کرۂ ارض کا یہ حال ہے کہ کوئی انسان صحیح اور تندرست ہو، یہ ایسے ہی ہے جیسے عنقا کے بارے میں ہے کہ عنقا ایک چڑیا ہے، مگر کہاں ہے؟ معلوم نہیں! ایسے ہی تندرست آدمی ہے مگر کہاں ہے، کرۂ ارض پر کسی بھی خطے میں آپ کو نہیں ملے گا۔ لیکن پھر بھی الحمد للہ جب ہم اپنی نظر اٹھاتے ہیں، اپنی صف میں تو جوانی کی آب و تاب سے لہریں لیتی ہوئی کچھ شخصیات نظر آرہی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا کہنا، دل و دماغ کا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا بطلیموس بھی یہاں ہے، ارسطو بھی یہاں ہے اور امام اعظم سے فیض یافتہ اشخاص بھی یہاں ہیں۔ لیکن شاید آپ حضرات کو معلوم نہیں کہ میں ایک دو نہیں، دسیوں مرض میں گھرا ہوا ہوں۔ ہمارے اعضا جتنے ہیں، ہر عضو میں کوئی نہ کوئی ایک درد، کوئی نہ کوئی ایک کرب اور بے چینی موجود ہے بلکہ۔

خنجر چلے کسی پہ، تڑپتے ہیں ہم امیر　　سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

لیکن یہ ہمارے مفتی صاحب کی کرم فرمائیاں ہیں کہ انھوں نے ہمیں اس عہدے پر فائز کیا۔ حالاں کہ ہمارے مفتی صاحب کو معلوم ہے کہ جب سے میں شریک ہوا تو ہمیشہ میں نے اظہار حقیقت کا یوں کیا کہ میں آپ کے سیمینار میں فقط اس لیے شرکت کرتا ہوں کہ ہم علمائے کرام کی زبانوں سے ان باتوں کو سن لیں، جن باتوں کو نہ میں نے کہیں پڑھا ہے، نہ کسی کتاب میں دیکھا ہے، نہ میرا اس سے رابطہ رہا ہے، یعنی اسی سال کا بچہ ہوں جو پڑھنے آیا ہوں۔ ہوں تو اسی سال کا مگر تعلیم کے اعتبار سے طفل مکتب ہوں، تو میں آپ سے پڑھنے آیا ہوں، درس لینے آیا ہوں۔ ہم آپ کی باتوں کو سن کر اپنے احباب کو سناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ سیمینار میں میری شرکت کا مقصد فقط یہ ہے کہ ان علمائے کرام جنھوں نے ایک عرصۂ دراز تک دین کی خدمت کی، بالخصوص، فقہ کی خدمت کی ہے، ان کو سننے کی غرض سے میں جاتا ہوں۔ اور یہیں سیمینار میں آکر کچھ ایسے اصطلاحات جن سے میرے کان اسی سال سے نا آشنا رہے، یہیں آکر ان کو سنا۔ استصناع کسے کہتے ہیں، ہم کیا جانیں؟ مگر یہاں آکر سنا کہ بیع بالاستصناع بھی ہے، یہیں سنا کہ حقوق مجردہ اور حقوق ثابتہ بھی ہیں۔ یہیں سے سنا کہ ایک واجب دین ہوتا ہے اور ایک واجب عین ہوتا ہے۔ ہم کیا جانیں ان باتوں کو؟ مگر آپ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے سے اتنا مجھے شرف ہوا کہ اگرچہ میں بتا نہیں سکتا تھا مگر سن کر کے اپنے آپ میں کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم نے کبھی ایک واقعہ پڑھا تھا۔ پانی کا جہاز چل رہا تھا اور اتفاق سے طوفان کی زد میں وہ پانی جہاز آگیا۔ پورے جہاز کے آدمیوں میں کھلبلی مچ گئی، ہر شخص اپنی اپنی جان بچانے کی تدبیریں لگا رہا تھا مگر ایک آدمی کو دیکھا کہ کتاب کھول کر مطالعہ میں ہے۔ کپتان نے آکر کہا کہ ارے بھائی آپ کو کوئی خبر ہے، پانی میں جہاز ڈوبنے جا رہا ہے اور آپ کتاب دیکھ رہے ہیں؟ کہا کہ مرنا تو ہے ہی، اس کے لیے ہم کو تدبیر اب کرنی کیا ہے، مگر چاہتے ہیں کہ جو بھی پانچ دس منٹ مرنے میں ابھی باقی ہیں کچھ تو پڑھ لیں۔ ایسی ہی میرا حال ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہماری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور بعض علوم کے ذریعہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ہماری موت کب ہے؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے پہلے کم سے کم ہمارے مفتی نظام الملۃ والدین نے سیمینار قائم کیا ہے وہاں بیٹھ کر سیکڑوں علما کے علوم میں سے کچھ نہ کچھ ایک ہی قطرہ حاصل تو کر لوں، اس لیے میں آگیا۔

بہر حال بات تو طویل ہو گئی۔

در بہ در صحرا بہ صحرا اس قدر مجنوں چلا　　گھستے گھستے پاؤں کی زنجیر آدھی رہ گئی

تو میں بھی بہت یہاں وہاں گھوما پھرا۔ اب میرے خیال سے حقیقتِ حال ہے کہ میں اس سیمینار میں آنے کے لائق نہ تھا، میرے جسم میں لرزاں ہے، خیزاں ہے، تپاں ہے، افتاں ہے، کیا کیا نہیں ہے؟ لیکن میری شرکت کا مقصد یہ تھا کہ ہم علمائے کرام کی آخری بار زیارت تو کر لیں۔ اس لیے کہ موت ہماری قیام گاہ کی دہلیز ہی پر نہیں آئی بلکہ اب کواڑ پر دستک دے رہی ہے۔ تو اس موقع کا ایک فائدہ ہم نے یہ اٹھایا کہ یہاں آکر علمائے کرام کی زیارت کر لیں، پھر آپ لوگوں کی شاید ہمارے نصیب میں زیارت نہیں ہے۔ اب آپ کے پاس پیغام آجائے گا کہ۔

جانے والا جا چکا اب اس کا انتظار نہ کر

بہر حال! ہمیں اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ معزز علمائے کرام نے دو تین دن کے اندر جن مسائل کو حل کرنا تھا اپنے علم و فراست، دانائی و آگہی کی بنیاد پر جو کچھ حل کرتے چلے جا رہے ہیں، بہت عمدہ ہے، ماشاء اللہ اور آج جس مسئلے کے سلسلے میں ہم لوگوں نے بھی غور کر لیا ہے اور آپ حضرات نے بھی غور کیا ہے امید ہے کہ نہایت حسین پیرائے مین یہ بھی حل ہو جائے گا۔ ہماری دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہم سبھوں کو اپنے فضل و کرم سے کامرانی کی منزل تک پہنچا دے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

پانچویں نشست:زیرِ صدارت: حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

آج کا یہ سیمینار اشرفیہ کے احاطے میں ہوتا، لیکن اس سال اہل اندور کی خواہش اور ان کی محبت پر اس سیمینار کو سفر کر کے اندور میں آنا پڑا اور اس کے لیے سارے مندوبین کو یہ لمبا سفر کرنا پڑا اور اس سلسلے میں سفر کی مشقت اور دشواریاں ہمارے مندوبین کے لیے سدِ راہ نہیں بن سکیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام مندوبین کو اپنے اس سیمینار سے ایک دلی لگاؤ ہے، اس لیے یہ سیمینار جہاں بھی سفر کر کے پہنچا، سارے مندوبین اس کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچ گئے۔

الحمد للہ! آج چند نشستیں گزر چکی ہیں اور جس نشست میں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں، اس سے پہلے جس کر و فر کے ساتھ اشرفیہ میں یہ سیمینار انجام پذیر ہوتا تھا، اسی کر و فر کے ساتھ یہاں ہو رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی کر و فر کے ساتھ اختتام پذیر ہو گا۔

مسئلے کی تحقیق کے سلسلے میں مقالے اور بحثوں سے اندازہ ہوا کہ سارے مندوبین نے الحمد للہ محنت سے کام لیا ہے اور اپنی فکری توانائی کو صرف فرمایا ہے۔ نتیجے تک پہنچنا یہ الگ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنتوں کا ثمرہ عطا فرمائے، جو مسائل زیر بحث ہیں اور مزید تحقیق کے طالب ہیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو شرحِ صدر فرما دے کہ ان مسائل کے سلسلے میں منزل سامنے آجائے اور سب کی پہنچ وہاں ہو جائے اور طمانیتِ قلب سب کو حاصل ہو جائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

چھٹی نشست:زیرِ صدارت: عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بڑی خوشی کا موقع ہے کہ آپ حضرات کے درمیان میں بھی موجود ہوں اور آپ کا میں استقبال کر رہا ہوں۔ یہ ہمارا سترہواں فقہی سیمینار ہے، اس سے قبل بھی آپ حضرات نے اپنا ایثار اور اپنی قربانی پیش کرتے ہوئے اس سیمینار مین شریک ہوئے۔ امسال بھی۔ لیکن یہاں امسال آپ کو کچھ طویل سفر اور سفر کی پریشانیاں زیادہ اٹھاتے ہوئے اس سیمینار میں شریک ہونا پڑا جس کے لیے ہم معذرت کیا کریں، بہر حال شکر گزار ہیں کہ آپ حضرات تشریف لائے اور اس سیمینار کو کامیاب کرنے کی بھرپور آپ حضرات نے کوشش کی۔ میں تاخیر سے پہنچا، اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔

آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس فقہی سیمینار کے قیام کا مقصد کیا ہے؟ اسلام پر ہر طرف سے یلغار ہو رہی ہے اور قوم مسلم پریشان ہے۔ نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں جس سے اور زیادہ الجھنیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ان الجھنوں کو ختم کرنے کے لیے ہم سب پر ذمے داری عائد ہوتی ہے اور اسی کے لیے یہ فقہی سیمینار قائم ہوا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان علمائے کرام اس میں زیادہ دلچسپی لے رہے

ہیں اپنے بزرگوں کی سرپرستی میں۔ لیکن میری گزارش ان بزرگوں سے بھی ہے کہ اگر وہ یہاں موجود رہ کر سرپرستی کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، اس لیے کہ اب ان کے تجربات اور ان کے علم سے ہمارے یہ نوجوان علماے کرام فائدہ اٹھاتے۔

جب اس کو شروع کرنا ہوا، میری خواہش ہوئی تھی، میں نے دیکھا کہ غیروں کے یہاں سیمینار ہو رہے ہیں اور وہ مسائل جیسے بھی ہوں، غلط ہوں یا صحیح حل کر کے اپنی قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں تو ایک جذبہ پیدا ہوا کہ ہم کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟ جب کہ علم ہمارے پاس ہے اور علماے کرام ہمارے پاس ہیں۔ ہماری توانائی اور ہماری قوت سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو میں نے حضرت فقیہ عصر شارحِ بخاری مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ سے گزارش کی کہ حضرت یہ کام ہم کیوں نہیں کرتے؟ تو حضرت بہت ناراض ہوئے تھے، کہنے لگے:: آپ نہیں جانتے ہیں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے، اس لیے کہ ان کو تجربہ ہو گیا تھا کہ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ نے جب مجلس قائم کی تھی تو شاید دو نشست کے بعد یہ نشست بس نشست ہی رہ گئی تھی، لوگوں نے ساتھ نہیں دیا، شرکت نہیں کی۔ تو اس تجربے کی روشنی میں مفتی صاحب ناراض ہوئے۔ لیکن چوں کہ میں ان سے بہت قریب تھا اور بڑا ہلا ملا تھا۔ تو میں نے کہا، حضرت ایسے کام نہیں چلے گا۔ سائنس کے زمانے میں نئی چیزیں بہت سی سامنے آئی ہیں تو جائز بھی ہیں، ناجائز بھی ہیں، اس میں کوئی فیصلہ تو ہوا نہیں ہے۔ قوم اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر وہ ناجائز ہوئیں تو کل قیامت میں ان کی گرفت ہوگی تو پوری قوم آپ کے دامن کو تھامے گی کہ پروردگارِ عالم، یہ اس وقت موجود تھے، انھوں نے ہمیں کوئی راستہ نہیں دیا اور کوئی حل نہیں بتلایا۔

بہر حال، بہت جب میں نے ان پر دباؤ ڈالا تو کہا، اچھا ٹھیک ہے چلو۔ اور وہ بھی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی موجودگی میں میں نے عرض کیا کہ ماموں جان ذرا ان حضرات کو سمجھایئے اور بتایئے کہ ایسا ایسا کریں تو کہنے لگے کیوں نہیں کرتے ہیں آپ؟ تو خیر تیار ہو گئے اور اسی وقت سے یہ معاملہ شروع ہوا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے علماے کرام اس میں شریک ہوئے۔

ایک اور ہمارا نظریہ یہ تھا کہ ہمارے بزرگ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو علمِ خضر عطا فرمائے، ان کے بعد کیا ہوگا؟ تو بہر حال اس فقہی سیمینار کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہمارے علماے کرام میں دل چسپی بڑھی، شوق بڑھا اور جد و جہد اور کوشش کا جذبہ بڑھا اور آج ان حضرات کے فیضان ہی سے آپ حضرات کام آ رہے ہیں اور ماشاء اللہ مسائل بھی حل کر رہے ہیں۔ اس میں بڑی تکلیف بھی اٹھانی پڑی ہیں، لیکن دین کے کام میں تکلیف تکلیف نہیں ہوتی ہے وہ رحمت ہی رحمت ہے۔ اس لیے ہمیں اسی حوصلے سے کام کرنا چاہیے اور میں تمام اپنی جماعت کے علما کو دعوت دیتا ہوں کہ صرف ذمے داری کو سمجھتے ہوئے وہ اس سیمینار میں شریک ہوں اور مسائل شرعیہ کو حل کر کے قوم کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکے اور جائز کام کر کے اللہ کی بارگاہ میں اپنے عمل کو مقبول کرا سکے۔

مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ممبئی میں ہوا، پھر ہم اندور کی سرزمین پر اس کو منعقد کر رہے ہیں۔ یہاں کے احباب نے جو انتظامات کیے ہیں، دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی اور دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور جزاے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے، ہمیں قوت دی ہے اور یہ احساس دلایا ہے کہ آپ لوگ تنہا نہیں ہیں، ہم سب کے سب ساتھ ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس طریقے کے جذبات اگر ہماری قوم کے اندر پیدا ہو جائیں تو پھر کسی چیز کی کمی کا احساس ہو گا ہی نہیں۔ اور اسی احساس کو ہمیں بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے اور ہماری گزارش ہے تمام علماے کرام سے کہ وہ اس طرف بھی توجہ دیں اور اس کو جہاں تک بھی ہو سکے مضبوط سے مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ جذبہ عطا فرمائے اور ہماری ان خدمات کو قبول فرمائے اور آپ حضرات نے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کا صلہ دارین سے بہتر سے بہتر عطا فرمائے۔ میں انھیں جملوں کے ساتھ آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور محب گرامی حضرت علامہ حبیب یار خاں صاحب اور ان کے احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور ان کے لیے دعاے خیر کرتے ہوئے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ ☆☆☆

فیصلے

سترہویں فقہی سیمینار کے فیصلے

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

الحمد للہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا سترہواں فقہی سیمینار بڑے خوشگوار ماحول میں بحسن وخوبی انجام پذیر ہوا۔ اس سیمینار میں پانچ مسائل زیر بحث تھے۔

① - مساجد کی آمدنی سے اے. سی. وغیرہ کے اخراجات کا انتظام۔
② - فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع۔
③ - غیر رسمِ عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت۔
④ - تجارتی فلیٹوں پر زکوۃ۔
⑤ - طویلے کے جانوروں اور دودھ کی زکاۃ۔

مندوبین نے ان تمام مسائل پر زور دار اور نتیجہ خیز بحثیں کیں اور بحمدہٖ تعالیٰ تمام مسائل کے فیصلے باتفاقِ راے ہو گئے۔ فیصلوں کا متن یہ ہے۔

فیصلے

مساجد کی آمدنی سے اے. سی. وغیرہ کا انتظام

پہلی نشست

۱۴ر صفر ۱۴۳۱ھ / ۳۰ر جنوری ۲۰۱۰ء، شنبہ بعدِ مغرب

دوسری نشست

۱۵ر صفر ۱۴۳۱ھ / ۳۱ر جنوری ۲۰۱۰ء، یک شنبہ ۹ر بجے صبح سے

ان نشستوں میں مساجد کے اوقاف کی آمدنی سے اے. سی. وغیرہ کے اخراجات کی ادائگی کا عنوان زیرِ بحث آیا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ اے. سی.، کولر، گیزر وغیرہ اسبابِ راحت کیا مصالحِ مسجد سے ھیں؟ اس سوال کے ضمن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مصالحِ مسجد کیا ھیں؟ اور ان کی تعریف کیا ھے؟

اس پر عباراتِ فقہا کی روشنی میں مقالہ نگار حضرات نے گفتگو کی اور مباحثہ بھی ہوا۔ آخر میں مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ:

مصالحِ مسجد وہ اشخاص اور اشیا ہیں جو مسجد یا مقصودِ مسجد کی بقا واستحکام کے لیے ضروری یا دافعِ حرج یا نافع و مفید ہوں۔ یہ مصالح کبھی درجۂ ضرورت میں ہوتے ہیں، کبھی درجۂ حاجت میں اور کبھی درجۂ منفعت میں ہوتے ہیں۔ درجۂ زینت اور درجۂ فضول کی چیزیں کبھی مصالحِ مسجد میں شمار نہیں ہوتیں۔

اس تعریف کے ماخذ:

المستصفی من علم الأصول میں ہے: أما المصلحة فهي عبارة في الأصل عن جلب منفعة أو دفع مضرة ولسنا نعني به ذلك لكنا نعني بالمصلحة "المحافظة على مقصود الشرع". اھ (المستصفى، المطبوع مع فواتح الرحموت، ج:۱، ص:۲۸۶)

بحر الرائق میں ہے:

(المسألة) السَّادِسَةُ فِي بَيَانِ مَنْ يُقَدَّمُ مَعَ الْعِمَارَةِ وَهُوَ الْمُسَمَّى فِي زَمَانِنَا بِالشَّعَائِرِ وَلَمْ أَرَهُ إِلَّا فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ قَالَ: وَالَّذِي يُبْتَدَأُ بِهِ مِنْ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ عِمَارَتُهُ شَرَطَ الْوَاقِفُ أَوْ لَا، ثُمَّ مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الْعِمَارَةِ وَأَعَمُّ لِلْمَصْلَحَةِ كَالْإِمَامِ لِلْمَسْجِدِ وَالْمُدَرِّسِ لِلْمَدْرَسَةِ يُصْرَفُ إِلَيْهِمْ قَدْرَ كِفَايَتِهِمْ ثُمَّ السِّرَاجُ وَالْبِسَاطُ كَذَلِكَ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ. اھ.

نیز اسی میں ہے:

فَتَحَصَّلَ أَنَّ الشَّعَائِرَ الَّتِي تُقَدَّمُ فِي الصَّرْفِ مُطْلَقًا بَعْدَ الْعِمَارَةِ الْإِمَامُ وَالْخَطِيبُ وَالْمُدَرِّسُ وَالْوَقَّادُ وَالْفَرَّاشُ وَالْمُؤَذِّنُ وَالنَّاظِرُ وَثَمَنُ الْقَنَادِيلِ وَالزَّيْتِ وَالْحُصْرِ وَيَلْحَقُ بِثَمَنِ الزَّيْتِ وَالْحُصْرِ ثَمَنُ مَاءِ الْوُضُوءِ أَوْ أُجْرَةُ حَمْلِهِ أَوْ كُلْفَةُ نَقْلِهِ مِنْ الْبِئْرِ إِلَى الْمِيضَأَةِ فَلَيْسَ الْمُبَاشِرُ وَالشَّاهِدُ وَالْجَابِي وَالشَّادُّ وَخَازِنُ الْكُتُبِ مِنْ الشَّعَائِرِ. اھ. (البحر الرائق ص ۳۵۹، ج۱۴، کتاب الوقف، وص:۲۱۵، ج۵، باب الاستدانة لأجل العمارة)

ناظم مجلس شرعی وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

وَالْمُتَوَلِّي مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ وَالْكَاتِبُ مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ زَمَنَ الْعِمَارَةِ لَا كُلَّ وَقْتٍ وَبَقِيَّتُهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ كَذَا أَفْتَى الْمِهْمَنْدَارِي. (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ص ۴۹۳، ج۲، كتاب الوقف، الباب الثاني في أحكام استحقاق هل الوقف و أصحاب الوظائف)

نیز اسی میں ہے:

وَفِي الْفَتَاوَى الرَّحِيمِيَّةِ: سُئِلَ فِي وَقْفِ مَسْجِدٍ عَامِرٍ ضَاقَ رِيعُهُ عَنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ مِنَ الْخَطِيبِ وَالْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَغَيْرِهِمْ وَعَنْ أَرْبَابِ وَظَائِفِهِ فَمَنْ يُقَدَّمُ؟ أَجَابَ: يُقَدَّمُ أَرْبَابُ الشَّعَائِرِ الَّذِينَ هُمْ أَقْرَبُ إِلَى الْعِمَارَةِ. اھ

(ج۲، ص ۴۹۳، کتاب الوقف)

ردالمحتار میں ہے:

فَإِنِ انْتَهَتْ عِمَارَتُهُ وَفَضَلَ مِنَ الْغَلَّةِ شَيْءٌ يَبْدَأُ بِمَا هُوَ أَقْرَبُ لِلْعِمَارَةِ وَهُوَ عِمَارَتُهُ الْمَعْنَوِيَّةُ الَّتِي هِيَ قِيَامُ شَعَائِرِهِ قَالَ فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ: وَالَّذِي يُبْدَأُ بِهِ مِنِ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ أَيْ مِنْ غَلَّتِهِ عِمَارَتُهُ شَرَطَ الْوَاقِفُ أَوْ لَا ثُمَّ مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الْعِمَارَةِ وَأَعَمُّ لِلْمَصْلَحَةِ كَالْإِمَامِ لِلْمَسْجِدِ وَالْمُدَرِّسِ لِلْمَدْرَسَةِ يُصْرَفُ إِلَيْهِمْ إِلَى قَدْرِ كِفَايَتِهِمْ. ثُمَّ السِّرَاجُ وَالْبِسَاطُ كَذَلِكَ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ......... قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَالسِّرَاجُ بِالْكَسْرِ: الْقَنَادِيلُ وَمُرَادُهُ مَعَ زَيْتِهَا وَالْبِسَاطُ بِالْكَسْرِ أَيْضًا الْحَصِيرُ. وَيُلْحَقُ بِهِمَا مَعْلُومُ خَادِمِهِمَا وَهُمَا الْوَقَّادُ وَالْفَرَّاشُ فَيُقَدَّمَانِ وَقَوْلُهُ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ: أَيْ مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ يَدْخُلُ فِيهِ الْمُؤَذِّنُ وَالنَّاظِرُ وَيَدْخُلُ تَحْتَ الْإِمَامِ الْخَطِيبُ لِأَنَّهُ إِمَامُ الْجَامِعِ اھ مُلَخَّصًا ثُمَّ لَا يَخْفَى أَنَّ تَعْبِيرَ الْحَاوِي بِثُمَّ يُفِيدُ تَقْدِيمَ الْعِمَارَةِ عَلَى الْجَمِيعِ كَمَا هُوَ اِطْلَاقُ الْمُتُونِ فَيُصْرَفُ إِلَيْهِمُ الْفَاضِلُ عَنْهَا خِلَافًا لِمَا يُوهِمُ كَلَامُ الْبَحْرِ. اھ (رد المحتار ص ۵۶۰، ۵۶۱، ج۶، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها)

درمختار میں ہے:

وَفِي شَرْحِهَا لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ عِنْدَ قَوْلِهِ: (وَيَدْخُلُ فِي وَقْفِ الْمَصَالِحِ قَيِّمٌ إِمَامٌ خَطِيبٌ وَالْمُؤَذِّنُ يَعْبُرُ.) الشَّعَائِرُ الَّتِي تُقَدَّمُ شَرَطَ أَمْ لَمْ يَشْتَرِطْ بَعْدَ الْعِمَارَةِ هِيَ إِمَامٌ وَخَطِيبٌ وَمُدَرِّسٌ وَوَقَّادٌ وَفَرَّاشٌ وَمُؤَذِّنٌ وَنَاظِرٌ وَثَمَنُ زَيْتٍ وَقَنَادِيلَ وَحُصْرٍ وَمَاءِ وُضُوءٍ وَكُلْفَةُ نَقْلِهِ لِلْمِيضَأَةِ فَلَيْسَ مُبَاشِرٌ وَشَاهِدٌ وَشَادٌّ وَجَابٍ وَخَازِنُ كُتُبٍ مِنَ الشَّعَائِرِ. فَتَقْيِيدُهُمْ فِي دَفْتَرِ الْمُحَاسَبَاتِ لَيْسَ بِشَرْعِيٍّ وَيَقَعُ الْاِشْتِبَاهُ فِي بَوَّابٍ وَمُزَمِّلَاتِيٍّ قَالَهُ فِي الْبَحْرِ. قُلْتُ: وَلَا تَرَدُّدَ فِي تَقْدِيمِ بَوَّابٍ وَمُزَمِّلَاتِيٍّ وَخَادِمِ مَطْهَرَةٍ. انْتَهَى.

(مصدر سابق)

توضیح کے لیے کچھ مثالیں:

خود مسجد کی بقا و استحکام سے متعلق چیزوں میں عمارتِ مسجد اور اس کے لوازم ہیں اور مصالح سے متعلق اشخاص میں جاروب کش، دربان، فرّاش، متولی، ناظر وغیرہ ہیں اور مقاصدِ مسجد کی حفاظت کرنے والے اشخاص و اشیا میں امام، موذن، چٹائی، دری، قالین، چراغ، بلب، وضو خانہ وغیرہ ہیں۔

مصالحِ مسجد کی تعریف متعین ہونے کے بعد اصل مسئلہ پر بحث شروع ہوئی کہ اے. سی.، کولر، گیزر وغیرہ اسبابِ راحت مصالحِ مسجد سے ہیں یا نہیں؟

اس کے جواب میں یہ فیصلہ ہوا کہ ——

مصالح کی تعیین میں موسم، مقامات اور لوگوں کی عادات کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا کے کچھ ممالک اور علاقے گرم ہیں، کچھ سرد ہیں، کچھ معتدل ہیں۔ اسی طرح موسموں کا بھی فرق ہوتا ہے۔

گرم ممالک جیسے: حجاز مقدس، سوڈان، نائیجیریا اور تنزانیہ وغیرہ، جہاں گرمیوں میں لوگ اے. سی. چلاتے اور اس کے خوگر ہوتے ہیں یا وہاں قانوناً گھروں میں اے. سی. انسانی زندگی کی ضرورت بن جاتی ہے اگر ایسی جگہوں میں اے. سی. کا انتظام نہ ہو تو جماعت میں چند تقویٰ شعار لوگوں کے سوا کوئی شامل نہ ہوگا اور جہاں اے. سی. کا انتظام ہوگا وہاں مسجد نمازیوں کے لیے تنگ بھی ہو سکتی ہے۔ ایسے مقامات پر اے. سی.، کولر، برقی پنکھے مصالحِ مسجد سے ہیں۔ اب اگر نمازیوں کو ان کے بغیر حرج و ضرر ہو تو یہ مصلحت بدرجۂ حاجت ہوگی ورنہ بدرجۂ منفعت۔

مگر کولر ایسا ہونا چاہیے جو اپنی تیز آواز سے نمازیوں کے خشوع و خضوع میں یا نماز میں خلل انداز نہ ہو یا اگر تیز آواز والا ہو تو اتنی

دوری پر ہو کہ اس کی آواز خلل انداز نہ اور بہر حال اسے اس طرح رکھیں کہ صف میں کسی نمازی کی جگہ نہ گھیرے۔

زیادہ سرد علاقوں میں جہاں ٹھنڈک کی شدت سے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں یا بیمار ہونے کا صحیح اندیشہ ہوتا ہے، یا عمارت مخدوش یا منہدم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے (ایسی جگہوں میں) ہیٹر بھی زندگی کی ضرورت بن جاتا ہے۔ ایسے بلاد میں ہیٹر بھی مصالحِ مسجد میں داخل ہے۔ سرد ممالک کے اندر بند کمروں میں کبھی لوگوں کے ہجوم کے باعث صرف سانس کی ہوا سے اندر کا ماحول مکدر اور متعفّن ہو جاتا ہے، اس سے بچنے کے لیے اے. سی. اور ایگزاسٹ فین استعمال کیے جاتے ہیں، ایسے حالات اور اوقات میں سرد ممالک میں بھی اے. سی. اور اس طرح کے پنکھے مصالحِ مسجد میں شامل ہیں۔

گیزر اور بوائلر پانی گرم کرنے کے جدید آلات ہیں اور یہ سرد ممالک جیسے برطانیہ وغیرہ اور سرد بلاد جیسے شملہ، نینی تال، دارجلنگ، سکم، کشمیر وغیرہ بلکہ تیز سردی کے موسم میں چند مقامات کے سوا عام بلادِ ہند و پاک میں مصالحِ مسجد سے ہیں۔ ان کی نظیر عہدِ قدیم کے سقایہ ہیں جو گرم پانی کے انتظام کے لیے ہوتے تھے۔

معتدل مقامات یا معتدل موسم جن میں سردی گرمی حدِ اعتدال پر رہتی ہے، نہ سردی ضرر و حرج کا باعث ہوتی ہے، نہ گرمی تکلیف کا باعث بنتی ہے، ایسے مقامات اور موسموں میں اے. سی.، کولر، گیزر مصالحِ مسجد سے نہ ہوں گے۔

فریج سے عموماً پینے کا پانی ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس کا انتظام مسجد میں ہو تو وہاں جانے میں لوگوں کو رغبت ہو سکتی ہے مگر مساجد کے اصل مقصود میں اس پانی سے کوئی فائدہ نہیں، اس لیے فریج کا شمار مساجد کے لیے اسبابِ زینت میں ہوگا، یہ مصالحِ مسجد میں شمار نہ ہوگی۔ ہاں اگر ایسے فریجر کا انتظام ہو جس سے گرم مقامات میں یا سخت گرمیوں کے موسم میں وضو کے لیے ٹھنڈا پانی فراہم کیا جائے تو وہ مصالحِ مسجد سے ہوگا۔ اس کی نظیر عہدِ قدیم کا سرداب ہے جس میں وضو کے لیے پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔

اس موضوع کا دوسرا سوال یہ تھا کہ اے. سی.، کولر، گیزر، بوائلر، ہیٹر اور فریج کی خریداری مسجد کی آمدنی سے جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں یہ تفصیل ہے:

مسجد کی آمدنی دو طرح ہوتی ہے: (۱) - قدیم اوقاف کی آمدنی۔ (۲) - اصحابِ خیر کے عطیات اور چندے کی آمدنی۔

الف: - قدیم اوقاف کی آمدنی اگر مصالحِ مسجد کے لیے ہو خواہ واقف نے اس کی صراحت کر دی ہو یا زمانۂ وقف کے عرفِ عام سے متعین ہو یا شروع ہی سے وہ آمدنی مصالح میں صرف ہوتی ہو تو جن مقامات میں یہ چیزیں مصالحِ مسجد سے قرار پاتی ہیں وہاں مذکورہ اوقاف کی آمدنی سے درج بالا اشیا کی خریداری اور ان اشیا سے متعلق مصارف میں صَرف کرنا جائز ہے، جب کہ ان سے اہم مصارف و شعائر میں اسے استعمال کرنے کی حاجت نہ ہو۔

اور اگر قدیم اوقاف کی آمدنی مصالحِ مسجد کے لیے نہ ہو، یا درج بالا اشیا سے اہم اور ضروری مصارف میں اسے استعمال کرنے کی حاجت ہو تو وہ آمدنی ان اشیا کی خریداری اور ان کی تنصیب وغیرہ میں صَرف کرنی جائز نہ ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے:

فيقدم أولاً العمارة الضرورية ثم الاهم فالاهمّ من المصالح والشَّعائر بقدر ما يقوم به الحال. فإن فضل شئ يعطى لبقية المستحقين. اھ. (رد المحتار ص:۵۶۱، ج:۶ كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها)

فتح القدیر میں ہے:

وَلَهُ (لِلْمُتَوَلِّي) أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْ غَلَّةِ الْمَسْجِدِ دُهْنًا وَحَصِيرًا وَآجُرًّا وَجِصًّا لِفُرُشِ الْمَسْجِدِ إِنْ كَانَ الْوَاقِفُ وَسَّعَ، فَقَالَ: يَفْعَلُ مَا يَرَاهُ مَصْلَحَةً، وَإِنْ وَقَفَ لِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، وَلَمْ يَزِدْ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ ذَلِكَ. فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لَهُ شَرْطٌ يَعْمَلُ مَا عَمِلَ مَنْ قَبْلَهُ. اھ. (فتح القدير ص ۴۵۰، ج:۵ الفصل الأول في المتولي من كتاب الوقف)

نیز اسی میں ہے:

وَلَهُ (لِلْحَاكِمِ) أَنْ يَبْنِيَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ظُلَّةً لِدَفْعِ أَذَى الْمَطَرِ عَنِ الْبَابِ مِنْ مَالِ الْوَقْفِ إِنْ كَانَ عَلَى مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى عِمَارَتِهِ أَوْ تَرْمِيمِهِ فَلَا يَصِحُّ. وَالْأَصَحُّ مَا قَالَهُ ظَهِيرُ الدِّينِ أَنَّ الْوَقْفَ عَلَى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ وَمَصَالِحِ الْمَسْجِدِ سَوَاءٌ. وَإِذَا كَانَ عَلَى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ لَا يَشْتَرِي مِنْهُ

ـ والحصِيرَ وَلَايَصْرِفُ مِنْهُ لِلزِّينَةِ وَالشُّرُفَاتِ. وَيَضْمَنُ إِنْ فَعَلَ. اھ. (فتح القدير، ص:٤٥٠، ج:٥، الفصل الاوّل فی المتولی من کتاب الوقف)

فتاوی خیریہ میں ہے:

وإذا وجد شرط الواقف فلا سبيل إلى مخالفته وإذا فقد عمل بالاستفاضة والاستيمارات العادية المستمرّة من تقادم الزمان إلى هذا الوقت. اھ.

(بحوالہ فتاوی رضویہ ص ٤٦٢ ج٦ سنی دار الاشاعت)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

جہاں شرطِ واقف معلوم نہ ہو عمل در آمد قدیم کا اعتبار ہے۔ خیریہ میں ہے: ینظر الی المعھود من حالہ فیما سبق من الزمان ان قوامہ کیف کانوا یعملون. **قدیم** کے یہ معنیٰ جس کا حادث ہونا معلوم نہ ہو۔ دس بارہ برس یا سو دو سو برس سے جو بات بعدِ وقف بے شرط واقف حادث ہوئی، حادث ہی ہے، اس پر عمل ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ص:۴۷۲، ج:۶)

(ب) اصحاب خیر کے عطیات اور چندے جو اغراض بتا کر وصول کیے گئے ہوں یا عرفاً جو اغراض معلوم و متعین ہوں بس انھیں اغراض میں وہ عطیات اور چندے صرف کرنا جائز ہے اور ان کے ماسوا کاموں میں صرف کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا جہاں اے. سی.، کولر، گیزر، فریج وغیرہ کو بھی اغراض میں شامل رکھا گیا ہو یا صرف انہی کے لیے چندہ ہوا ہو وہاں اصحاب خیر کے عطیات سے ان اشیا کی خرید اور فیٹنگ جائز ہے۔

اس موضوع کا تیسرا سوال یہ تھا کہ اگر کسی نے اپنی جیب خاص سے ان اشیا کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا، تو ان کے استعمال پر بجلی کے بل کی ادائگی کیا مسجد کی آمدنی سے ہو سکتی ہے؟

اس کے جواب میں یہ فیصلہ ہوا کہ جن صورتوں میں اے. سی. گیزر، فریج وغیرہ مصالح مسجد سے قرار نہیں پاتے، ان صورتوں میں مسجد کے اندر ان کے استعمال پر بجلی کے بل کی ادائگی بھی مسجد کی آمدنی سے جائز نہیں، مگر یہ کہ چندے کے اغراض میں اسے شامل کر کے ارباب خیر کو آگاہ کر دیا گیا ہو یا پھر خاص بجلی کے بل کے لیے الگ سے چندہ کر لیا جائے۔ فقہا فرماتے ہیں: مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ. واللہ تعالیٰ أعلم.

مجوزہ فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع

تیسری نشست

۱۵؍ صفر ۱۴۳۱ھ / ۳۱؍ جنوری ۲۰۱۰ء، یک شنبہ، بعدِ مغرب

کچھ بڑے شہروں میں فلیٹوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ اس طرح رائج ہے کہ بلڈر فلیٹ کا نقشہ تیار کر کے مشتہر کر دیتے ہیں کہ جسے فلیٹ خریدنا ہو وہ خرید لے، ہم اس نقشے کے مطابق اسے تیار کر کے دیں گے۔ اس پر مجلس شرعی کے گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ ممبئی، صفر ۱۴۲۶ھ میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ مذہب صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ پر یہ بیع استصناع ہے اور اب بوجہِ حاجت و تعامل اسی پر فتویٰ ہے۔

بعد میں یہ سوال سامنے آیا کہ مجوزہ فلیٹوں کی خریداری کا سلسلہ کبھی دراز بھی ہوتا ہے۔ پہلا خریدار وہی فلیٹ دوسرے کو بیچ دیتا ہے، دوسرا کبھی تیسرے کو، تیسرا چوتھے کو — اس طرح یہ سلسلہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ ہر سابق خریدار بعد والے خریدار سے معاملہ طے کر لینے کے بعد بلڈر کو مطلع کرتا ہے کہ میں نے وہ مجوزہ فلیٹ فلاں کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد فلیٹ پر میرے بجائے اس کو قبضہ دیا جائے۔ بلڈر اسے مان لیتا ہے اور کاغذات کی خانہ پُری مکمل کرتا ہے، سابق خریدار بعد والے خریدار کو وہ فلیٹ کبھی اسی دام پر، کبھی زیادہ پر اور کبھی کم پر بھی دے دیتا ہے اور دوسری تیسری خریداری کے وقت صورتِ حال میں کچھ تبدیلی بھی آ جاتی ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

① دوسری تیسری خریداری کے وقت بھی بلڈر نے ابھی زمین حاصل نہ کی، صرف کاغذات پر فلیٹوں کے نقشے تیار ہیں۔

② زمین کی خریداری اور پلاننگ ہو گئی، مگر کسی خریدار کے فلیٹ کی جگہ متعین نہیں۔

③ فلیٹ تیار ہو گیا لیکن خریدار کے حق میں ابھی نام زد نہ ہوا۔

④ فلیٹ خریدار کے لیے نام زد ہو گیا، مگر اسے ابھی قبضہ نہ ملا۔

سوال ❶۔ ان چاروں صورتوں میں سلسلہ وار بیع ہوتی ہے تو پہلے خریدار سے دوسرے کا یا دوسرے سے تیسرے کا جو معاملہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرے تیسرے خریدار سے اگر نفع یا زائد رقم لی جاتی ہے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

ان سوالات پر مقالات میں مختلف رائیں اور دلیلیں سامنے آئیں، سیمینار میں زوردار بحثیں بھی ہوئیں۔ آخر میں بحث و تمحیص کے بعد جو فیصلہ ہوا وہ درج ذیل ہے:

پہلے خریدار نے بلڈر سے فلیٹ لینے کا جو معاملہ طے کیا ہے وہ بیع استصناع ہے۔ بیع استصناع میں مبیع اصالۃً معدوم ہوتا ہے مگر بوجہِ تعامل و حاجت شریعت طاہرہ نے اسے موجود مانا ہے۔

ہدایہ اواخر باب السلم بحث استصناع میں ہے:

والصحیح انہ یجوز بیعا. لا عدۃً والمعدومُ قد یعتبر موجوداً حکما. اھ.

فتح القدیر اور کفایہ میں معدوم کو حکماً موجود ماننے کے کچھ نظائر بھی ذکر کیے ہیں۔

بیع استصناع میں خریدار کو مبیع پر حکماً ملک بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

أما حکم الاستصناع فھو ثبوت الملک للمستصنع فی العین المبیعۃ فی الذمۃ، وثبوت الملک للصانع فی الثمن ملکا غیر لازم. اھ. (بدائع الصنائع، ج:۵، ص:۳، کتاب الاستصناع)

اب یہ پہلا خریدار جب کسی دوسرے سے اس فلیٹ کا معاملہ طے کر لیتا ہے اور بلڈر کے یہاں اس کا نام درج کرا دیتا ہے، تو یہ دوسرا معاملہ نہ بیع مطلق ہے نہ بیع استصناع بلکہ ’’نزول عن الحق بالعوض‘‘ ہے۔ یعنی پہلے خریدار کو اس فلیٹ میں جو حق بیع استصناع سے حاصل ہوا تھا، یہ دوسرے سے عوض لے کر اس کے لیے اپنے حق ملک سے دست بردار ہو جاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ آ جاتا ہے۔ اور ضمناً ایک جدید بیع استصناع کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ یہی حال تیسرے، چوتھے شخص کے ساتھ معاملہ میں ہوتا ہے۔ عاقدین کے معاملہ کو لغو سے بچانے اور ممکنہ حد تک اسے درست بنانے کے لیے یہاں ’’نزول عن الحق بالعوض‘‘ مانا گیا۔ اور یہ ان کی باہمی قرارداد کے مطابق بھی ہے۔ یہ حکم پہلی دو صورتوں کا ہے، جن میں فلیٹ ابھی تیار نہیں ہوا۔

مال لے کر حق سے دست برداری میں صرف اتنا ضروری ہوتا ہے کہ حق ثابت و متقرر ہو جیسے حق قصاص، حق دیت، حق وظائف وغیرہ۔ حق شفعہ وغیرہ کی طرح حق مجرد نہ ہو۔ ’’صلح عن الحق بالعوض‘‘ میں بھی یہی حکم ہے۔

مآخذ:-

❖ ہدایہ، میں ہے:

’’وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلَى عِوَضٍ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَرَدَّ الْعِوَضَ لِأَنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ لَيْسَ بِحَقٍّ مُتَقَرِّرٍ فِي الْمَحَلِّ، بَلْ هُوَ مُجَرَّدُ حَقِّ التَّمَلُّكِ فَلَا يَصِحُّ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ .... بِخِلَافِ الْقِصَاصِ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ مُتَقَرِّرٌ، وَبِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ لِأَنَّهُ اعْتِيَاضٌ عَنْ مِلْكٍ فِي الْمَحَلِّ، وَنَظِيرُهُ إِذَا قَالَ لِلْمُخَيَّرَةِ: اخْتَارِينِي بِأَلْفٍ أَوْ قَالَ الْعِنِّينُ لِامْرَأَتِهِ اخْتَارِي تَرْكَ الْفَسْخِ بِأَلْفٍ فَاخْتَارَتْ سَقَطَ الْخِيَارُ وَلَا يَثْبُتُ الْعِوَضُ.‘‘

(ص۳۹۰، ج۴، مجلس برکات، اشرفیہ، مبارک پور)

❖ عنایہ، میں ہے:

’’والفاصلُ بین المتقرر وغیرہ: أنّ ما یتغیر بالصّلح عمّا کان قبلہ فھو متقرر، وغیرہ غیر متقرر. واعتبر ذلک في الشفعۃ والقصاص، فإنّ نفس القاتل کانت مباحۃ في حق من لہ القصاص وبالصّلح حصل لہ العصمۃ في دمہ فکان حقًّا متقررا. وأمّا في الشفعۃ فإن المشتري یملک الدّار قبل الصلح وبعدہ علی وجہٍ واحدٍ فلم یکن حقًّا متقررًا. وبخلاف الطلاق والعتاق لأنہ اعتیاض عن ملک في المحل. ونظیرہ إذا قال الزوج للمخیّرۃ اختاریني بألف. وقال العِنّینُ لامرأتہ: اختاري ترک الفسخ بألف. فاختارت المخیرۃ الزوج وامرأۃ العنین ترک الفسخ سقط الخیار ولا یثبت العوض لأنہ مالک لبضعھا قبل اختیارھا وبعدہ علی وجہ واحد فکان أخذ العوض أکل مال بالباطل وھو لا یجوز اھ.‘‘ (ص ٤٢٤، ٤٢٥، ج۹، اوّل باب ما یبطل بہ الشُّفعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

❖ غمز العیون شرح اشباہ میں ہے:

’’وکذا یثبت عندنا حق الزوجین في القصاص لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: ’’من ترک مالا أو حقًّا فلورثتہ، ولا شک أن القصاص حقہ لأنہ بدل نفسہ فیستحقہ جمیع ورثتہ بحسب إرثھم کذا في شرح السراجیۃ للسید الشریف اھ.

(ص٤٥٨، کتاب الجنایات من الفن الثاني، نول کشور)

❖ ردالمحتار میں ہے:

"وَذَكَرَ الْبِيرِيُّ عِنْدَ قَوْلِ الْأَشْبَاهِ: "وَيَنْبَغِي أَنَّهُ لَوْ نَزَلَ لَهُ وَقَبَضَ الْمَبْلَغَ، ثُمَّ أَرَادَ الرُّجُوعَ عَلَيْهِ لَا يَمْلِكُ ذَلِكَ فَقَالَ: أَيْ عَلَى وَجْهِ إِسْقَاطِ الْحَقِّ إِلْحَاقًا لَهُ بِالْوَصِيَّةِ بِالْخِدْمَةِ وَالصُّلْحِ عَنِ الْأَلْفِ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ، فَإِنَّهُمْ قَالُوا يَجُوزُ أَخْذُ الْعِوَضِ عَلَى وَجْهِ الْإِسْقَاطِ لِلْحَقِّ".

❖ وَيُؤَيِّدُهُ مَا فِي خِزَانَةِ الْأَكْمَلِ وَإِنْ مَاتَ الْعَبْدُ الْمُوصَى بِخِدْمَتِهِ بَعْدَ مَا قَبَضَ الْمُوصَى لَهُ بَدَلَ الصُّلْحِ فَهُوَ جَائِزٌ. اهـ. فَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ لَا رُجُوعَ عَلَى النَّازِلِ، وَهَذَا الْوَجْهُ هُوَ الَّذِي يَطْمَئِنُّ بِهِ الْقَلْبُ لِقُرْبِهِ اهـ. كَلَامُ الْبِيرِيِّ. ثُمَّ اسْتَشْكَلَ ذَلِكَ بِمَا مَرَّ مِنْ عَدَمِ جَوَازِ الصُّلْحِ عَنْ حَقِّ الشُّفْعَةِ وَالْقَسْمِ فَإِنَّهُ يَمْنَعُ جَوَازَ أَخْذِ الْعِوَضِ هُنَا ثُمَّ قَالَ: وَلِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ هَذَا حَقٌّ جَعَلَهُ الشَّرْعُ لِدَفْعِ الضَّرَرِ، وَذَلِكَ حَقٌّ فِيهِ صِلَةٌ وَلَا جَامِعَ بَيْنَهُمَا فَافْتَرَقَا وَهُوَ الَّذِي يَظْهَرُ. اهـ.

❖ **وَحَاصِلُهُ:** أَنَّ ثُبُوتَ حَقِّ الشُّفْعَةِ لِلشَّفِيعِ، وَحَقِّ الْقَسْمِ لِلزَّوْجَةِ وَكَذَا حَقِّ الْخِيَارِ فِي النِّكَاحِ لِلْمُخَيَّرَةِ إِنَّمَا هُوَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنِ الشَّفِيعِ وَالْمَرْأَةِ، وَمَا ثَبَتَ لِذَلِكَ لَا يَصِحُّ الصُّلْحُ عَنْهُ؛ لِأَنَّ صَاحِبَ الْحَقِّ لَمَّا رَضِيَ عُلِمَ أَنَّهُ لَا يَتَضَرَّرُ بِذَلِكَ فَلَا يَسْتَحِقُّ شَيْئًا أَمَّا حَقُّ الْمُوصَى لَهُ بِالْخِدْمَةِ، فَلَيْسَ كَذَلِكَ بَلْ ثَبَتَ لَهُ عَلَى وَجْهِ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ فَيَكُونُ ثَابِتًا لَهُ أَصَالَةً فَيَصِحُّ الصُّلْحُ عَنْهُ إِذَا نَزَلَ عَنْهُ لِغَيْرِهِ، وَمِثْلُهُ مَا مَرَّ عَنِ الْأَشْبَاهِ مِنْ حَقِّ الْقِصَاصِ وَالنِّكَاحِ وَالرِّقِّ وَحَيْثُ صَحَّ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ ثَابِتٌ لِصَاحِبِهِ أَصَالَةً لَا عَلَى وَجْهِ رَفْعِ الضَّرَرِ عَنْ صَاحِبِهِ وَلَا يَخْفَى أَنَّ صَاحِبَ الْوَظِيفَةِ ثَبَتَ لَهُ الْحَقُّ فِيهِ بِتَقْرِيرِ الْقَاضِي عَلَى وَجْهِ الْأَصَالَةِ لَا عَلَى وَجْهِ رَفْعِ الضَّرَرِ، فَإِلْحَاقُهَا بِحَقِّ الْمُوصَى لَهُ بِالْخِدْمَةِ، وَحَقِّ الْقِصَاصِ وَمَا بَعْدَهُ أَوْلَى مِنْ إِلْحَاقِهَا بِحَقِّ الشُّفْعَةِ وَالْقَسْمِ، وَهَذَا كَلَامٌ وَجِيهٌ لَا يَخْفَى عَلَى نَبِيهٍ.

❖ بِالْجُمْلَةِ فَالْمَسْأَلَةُ ظَنِّيَّةٌ وَالنَّظَائِرُ الْمُتَشَابِهَةُ لِلْبَحْثِ فِيهَا مَجَالٌ وَإِنْ كَانَ الْأَظْهَرُ فِيهَا مَا قُلْنَا.

(ردالمحتار، اوائل بیوع، ص:۳۶/۳۷، ج:۷، کتاب البیوع)

فقیہ عبقری امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنے ایک فتوے میں حقوق ثابتہ کا معاوضہ لے کر دست کش ہونے کو جائز قرار دیا ہے اور در مختار، غمز العیون، رد المحتار وغیرہ سے یہ تحقیق بڑی جامعیت مگر اختصار کے ساتھ نقل فرمائی ہے اور اپنا فیصلہ یہ سنایا ہے:

"مسئلہ اعتیاض عن الوظائف میں ہر چند علما کو اختلاف ہے اور یہ مبحث معرکۃ الآرا ہے مگر مرضی و مختار جماہیر فحول، ونحاریر عدول، صحت و قبول ہے اور وہی ہنگام اعتبار و ملاحظۂ نظائر ان شاء اللہ تعالیٰ اظہر۔" (فتاویٰ رضویہ ج:۷، ص:۱۴۰، سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو حق اصالۃً ثابت ہو، اس کے بدلے میں مال لے کر اس سے دست برداری جائز ہے اور یہ جواز علی الاطلاق ہے، لہٰذا صاحب حق اپنے حق کا جتنا معاوضہ چاہے لے سکتا ہے اور جو حق محض کسی سے ضرر دور کرنے کے لیے ثابت ہو اس سے دست برداری میں اگر اس کے عوض مال لے تو یہ جائز نہیں۔

اور پہلے بیان ہو چکا کہ فلیٹوں کی بیع استصناع میں خریدار کو مجوزہ فلیٹ پر حق ثابت حاصل ہوتا ہے، لہٰذا نزول عن الحق کے طور پر دوسرے سے اس کا معاوضہ لے کر دست بردار ہو سکتا ہے اور یہ جواز کتاب وسنت وجزئیات فقہ سے ثابت ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں دوسری بیع کی شرعی حیثیت ہوئی۔ "نزول عن الحق" یعنی اپنے حق سے بامعاوضہ دست بردار ہو کر دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا۔

اس دست برداری کے ذریعہ جب بلڈر یعنی صانع کی اجازت ورضا کے ساتھ دوسرا شخص پہلے کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور پہلے کی جگہ اس کو مجوزہ فلیٹ پر حق ملک حاصل ہو جاتا ہے تو اس عمل کے ضمن میں بلڈر اور دوسرے شخص کے درمیان عقد استصناع متحقق ہو جاتا ہے۔ اس طرح تیسرے، چوتھے سارے خریدار باری باری پہلے خریدار کی جگہ آ کر مُستصنِع ہوتے جائیں گے اور ہر بار نزول عن الحق کے ضمن میں نیا عقد استصناع وجود پذیر ہوتا رہے گا۔ فقہا فرماتے ہیں:

وکم من شئ یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً. اھ.

(در مختار وغیرہ)

بہت سی چیزیں وہ ہیں جو ضمناً تو ثابت ہو جاتی ہیں مگر قصداً و مستقلاً ثابت نہیں ہوتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب صورت سوم۔ دوسری، تیسری خریداری کے وقت فلیٹ تیار ہو چکا ہے لیکن ابھی متعین نہیں کہ کون سا فلیٹ کس خریدار کا ہے تو ایسے فلیٹ کی بیع جو دوسرے، تیسرے شخص سے ہوتی ہے، اصل مذہب میں ناجائز ہے۔ یہاں فلیٹ تیار ہے، اس لیے استصناع کی صورت متحقق نہیں ہو سکتی اور بیع مطلق میں مبیع کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہاں مبیع مجہول ہے۔ اس لیے یہ بیع فاسد و ناجائز ہے۔

جواز کی صورت۔ ① - اگر مجلس عقد میں اپنا فلیٹ متعین کر کے بتادے تو جہالت ختم ہو جائے گی اور عقد صحیح ہو جائے گا۔ ② - اگر مجلس عقد میں تعیین نہ ہو سکی تو بیع فاسد کو ترک کر کے معین فلیٹ اپنے خریدار کو دے دے اور وہ اسے قبول کر لے۔ اس طرح بطور تعاطی بیع جدید منعقد ہو جائے گی جو صحیح ہو گی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اور اگر تعیین نہ تھی تو یہ بیع بوجہِ جہالت فاسد ہوئی — ہاں اگر مجلس عقد کے اندر تعیین کر دی تھی تو بیع صحیح ہو گئی۔ لان المجلس یجمع الکلمات — اسی طرح اگر بعدِ مجلس عقد فاسد کو ترک کر کے ایک طرف سے ۲۴ گز معین بائع نے مشتری کو دیے اور اس نے لیے تو بھی صحیح ہو گئی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۲۰-۲۱، در مختار ورد المحتار کتاب البیوع، ج:۷، ص:۷۰، ۷۱)

③ - مجوزہ فلیٹوں کے خریداروں کے عمل در آمد کو سامنے رکھ کر کچھ اور گنجائش ہو سکتی ہے۔

مجوزہ فلیٹوں کے خریدار دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بیچنے کے لیے فلیٹ خریدتے ہیں اور کچھ اپنے رہنے کے لیے خریدتے ہیں۔

جو خریدار بیچنے کے لیے خریدتے ہیں وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے مثلاً چار پانچ ہزار فٹ یا ایک منزل، دو منزل خریدتے ہیں۔ انھیں اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ یہ چار پانچ ہزار فٹ کس سمت کے یا کس منزل کے ہوں گے، یا ایک منزل دو منزل اوپر کی ہو گی یا درمیانی یا نچلی۔ وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ جتنا فلیٹ طے ہوا ہے، اتنا انھیں مل جائے، چاہے جس سمت کا ہو اور جس منزل کا ہو۔ یہاں سمت اور منزل کی جہالت باعثِ نزاع نہیں اس لیے یہ بیع صحیح ہے۔

اور جو خریدار رہنے کے لیے خریدتے ہیں وہ عموماً یہ طے کر لیتے ہیں کہ فلیٹ کس منزل پر اور کس سمت کا ہو گا۔ ان کی بیع بھی صحیح ہے کہ اس میں کوئی وجہِ فساد نہیں۔

ہاں کچھ خریدار ایسے بھی ہوتے ہیں جو عقد کے وقت منزل اور سمت طے نہیں کرتے اور فلیٹ پر قبضہ کے وقت نزاع کرتے ہیں تو یہاں جہالت باعثِ نزاع ہے، لہٰذا یہ بیع فاسد ہے۔

اور رہائش کے لیے فلیٹ لینے والوں پر واجب ہے کہ خریداری کے وقت ہی فلیٹ کی سمت اور منزل وغیرہ طے کر لیں اور جو ایسا نہ کر سکے وہ اوپر ذکر کیے گئے حل کی صورت اختیار کریں۔

چوتھی صورت۔ فلیٹ خریدار کے لیے نام زد ہو گیا، مگر اسے ابھی قبضہ نہ ملا۔ ایسا خریدار وہ معین فلیٹ بتا کر اسے دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فلیٹ ایک عقار یعنی غیر منقولہ جائداد ہے جس کی بیع قبضہ سے پہلے بھی جائز ہے۔ (ہدایہ اواخر المرابحہ، ج:۳، ص:۵۸/۵۹ — مؤطا امام محمد، باب مالم یقبض من الطعام وغیرہ، ص:۳۳۳-۳۳۴ مجلس برکات، مبارک پور، عمدۃ القاری، ج:۱۱، ص:۴۲)

اور فقہا نے بالاخانہ کی بیع قبل قبضہ جو ناجائز قرار دی ہے اس سے مراد ایسا بالاخانہ ہے جو پائدار نہ ہو، جلد ہی منہدم ہو جاتا ہو، مگر آج بیس بیس منزلہ یا اس سے زیادہ منزلوں کے بالاخانے تعمیر ہوتے ہیں اور اتنے پائدار ہوتے ہیں کہ عموماً سو سو سال تک منہدم نہیں ہوتے۔ اس لیے فقہا کے ذکر کردہ بالاخانوں میں قبل قبضہ عدم جواز بیع کی جو علت "غررِ انفساخ عقد" مذکور ہے، وہ یہاں معدوم ہے۔ اس لیے اس کا حکم عدم جواز بھی معدوم ہو گا۔

دوسرا سوال۔

بعد والی بیع میں زائد رقم یا نفع لینا۔

اس میں تفصیل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب دوسری تیسری بیع نزول عن الحق بالعوض (معاوضہ لے کر اپنے حق سے دست برداری) قرار پائے جیسے پہلی دوسری صورت میں یا جب بیع تعاطی ہو تو پہلے دام سے کم و بیش لینا جائز ہے۔ اور جب بیع فاسد ہو (جیسے اوپر بعض صورتوں میں ذکر ہے) تو زیادہ رقم لینا ناجائز ہے۔ اگر زیادہ رقم لی ہے تو اسے صدقہ کرے۔ اور اگر فرمائشی خریدار اپنا فلیٹ خود اپنے بلڈر کو قبل قبضہ بیچے تو یہ بیع نہیں بلکہ فسخ بیع ہے اور فسخ بیع ثمن اول ہی پر ہو سکتا ہے۔ زیادہ لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر رسم عثمانی میں قرآنِ حکیم کی کتابت

چوتھی نشست

۱۵/ صفر ۱۴۳۱ھ / یکم فروری ۲۰۱۰ء، دوشنبہ، صبح

بعض ناشرین ہندی، انگریزی وغیرہ کے رسم الخط میں قرآن کی کتابت واشاعت کرنا چاہتے ہیں اور بعض یہ کام شروع بھی کر چکے ہیں۔ دنیا کے کچھ لوگ اس کے مؤید بھی ہیں مگر شرعی و دینی نقطۂ نظر سے یہ فعل بہت زیادہ ضرر رساں معلوم ہوا۔ اس لیے اربابِ علم وافتا سے سوال ہوا کہ:

① - عوام کی عربی سے ناآشنائی اور علم القرآن کی ضرورت کے پیشِ نظر کیا شرعاً اس بات کی گنجائش ہے کہ متنِ قرآن ہندی، انگریزی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ رسم الخط میں لکھا اور شائع کیا جائے؟

② - عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے اگر ہندی وغیرہ میں کچھ علامتیں خاص کر دی جائیں، جن کے باعث ممکن حد تک صحیح حروف کا علم اور ان کا تلفظ ہو سکے تو کیا خاص اس صورت میں غیر عربی رسم الخط میں کتابتِ قرآن کی اجازت ہے؟

اس کے جواب میں جملہ مندوبینِ کرام نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ قرآن کی کتابت نہ صرف رسم عربی بلکہ رسم عثمانی میں فرض ہے۔ غیر عربی رسم الخط تو درکنار خود عربی رسم الخط میں بھی رسم عثمانی کے خلاف لکھنا حرام وناجائز ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

❶ - رسم قرآنی توقیفی ہے قیاسی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے خاص کاتبین سرکار کی ہدایت کے مطابق قرآن کی کتابت کرتے، اسی رسم کی پابندی صحابۂ کرام نے کی جو آج بھی جاری ہے۔

❷ - اس رسم میں خاص اسرارِ الٰہیہ ومقاصدِ جلیلہ ہیں جو دوسرے رسم میں نہیں۔

❸ - یہ خلفاے راشدین کا طریقہ ہے اور بحکم حدیث خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کو اپنانا ضروری ہے۔

❹ - ائمۂ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

❺ - اسی پر اجماعِ امت قائم ہے۔

مآخذ:-

① - امام احمد ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال (سیدی عبد العزیز الدبّاغ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما للصحابة ولا لغيرهم في رسم القرآن العزيز شعرة واحدة و إنّما هو بتوقيف من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو الذي أمرهم أن يكتبوه على الهيئة المعروفة بزيادة الاحرف و نقصانها لأسرار لا تهتدي إليها العقول، ما كانتِ العربُ في جاهليتها ولا أهلُ الايمان من سائر الامم في اديانهم يعرفون ذلك ولا يهتدون بعقولهم الى شئ منه وهو سرٌّ من اسراره. خصّ الله به كتابهٗ العزيز دون سائر الكتب السّماوية فلا يوجد شبه ذلك الرسم لا في التوراة ولا في الانجيل ولا في غيرهما من الكُتب السّماويةِ و كما أنّ نظم القرآن معجز فرسمه أيضًا معجز. و كيف تهتدي العقول إلى سرّ زيادة الألف في مائة دون فئة والى سر زيادة الباء في "بأييد" من قوله تعالىٰ: "والسّماء بنيناها بايید" إلى غير ذلك مما لا يكاد ينحصر وكل ذلك لاسرار الهية واغراض نبوية وانما خفيت على الناس لانها من الاسرار الباطنية التي لا تدرك الا بالفتح الربانی فهي بمنزلة الالفاظ والحروف المقطعة في اوائل السُّور. اه (الإبريز ص ۸۷، ۸۹)

② - حضرت سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وإنما يصح ان يدعى الاصطلاح من الصَّحابة رضوان الله عليهم لو كانت كتابة القرآن العزيز إنّما حدثَتْ في عصرهم بعد وفاة النبي ﷺ فثبت أن الرسم توقيفي. لا اصطلاحي وأنّ النّبي ﷺ هو الامر بكتابته على الهيئة المعروفة.

فقلت إنّه عليه الصلوٰة والسلام كان لا يعرف الكتابة وقد قال تعالىٰ في وصفه "وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذًا لارتاب المبطلون."

فقال رضی اللہ عنہ كان رسول الله ﷺ لا يعرفها بالاصطلاح والتعلُّم من الناس وأما من جهة الفتح الرباني فيعلمها ويعلم أكثر منها و كيف لا والاولياء الأمّيون من امّته الشريفة المفتوح عليهم يعرفون خطوط الامم والاجيال من لدن آدم علیہ السلام واقلام سائر الالسن وذلك ببركة نوره ﷺ

فكيف به عليه الصلوٰة والسّلام.

قال رضی اللہ عنہ ومن فتح الله عليه ونظر في أشكال الرسم التي في الواح القرآن ثم نظر في أشكال الكتابة التي في اللوح المحفوظ وجد بينهما تشابهًا كثيرا وعاين زيادة الألف في اللوح المحفوظ في "كفروا أوامنوا" وغير ذلك مما سبق وعلم أسرارا في ذلك كله وعلم أن تلك الأسرار من وراء العقول. اه (الإبريز، ص:۹۰)

③ - نیز امام موصوف فرماتے ہیں:

فقلت فإن كان الرسم توقيفيا بوحي من النّبي ﷺ و انه كألفاظ القرآن فلِمَ لم ينقله تواترا حتى ترفع فيها الريبة و تطمئن القلوب به كما في ألفاظ القرآن؟ فإن ما من حرف حرّف الاوقد نقل تواترا لم يقع فيه اختلاف ولا اضطراب و أمّا الرسم فإنّما نقل بالأحاد كما يعلم من الكتب الموضوعة فيه ومن نقله بالاحاد ووقع الاضطراب بين النقلة في كثير منه و كيف تُضيّع الامة شيئاً من الوحي؟

فقال رضی اللہ عنہ ما ضيّعَتِ الامة من الوحي. والقرآنُ بحمد الله محفوظ الفاظًا ورسماً. فأهل العرفان والشهود والعيان حفظوا الفاظه ورسمه ولم يُضيّعوا منهما شعرةً واحدةً و أدركوا ذلك بالشهود والعيان الذي هو فوق التواتر وغيرهم حفظوا الفاظه الواصلة اليه بالتواتر واختلافهم في بعض حروف الرسم لا يقدح ولا يصير الامة مضيعة كما لا يضر جهل العامة بالقرآن وعدم حفظهم لألفاظه.

قلت هذا الذي قاله الشيخ رضی اللہ عنہ في غاية الحسن ونهاية العرفان. اه (الإبريز، ص:۹۱)

④ - نیز امام محمد احمد بن مبارک سجلماسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: قال الحافظ ابو عمرو الداني في كتاب "المقنع": حدثنا ابو محمد عبد الملك بن ابي الحسن أن عبد العزيز بن علي حدثه قال حدثنا المقدام بن تليد قال حدثنا عبد الله بن عبد بن عبد الحكم قال اشهب: سئل مالك رحمه الله تعالىٰ فقيل له ارأيت من استكتب مصحفاً اليوم؟ أترى أن يكتب على ما أحدث الناس من الهجاء اليوم فقال: لا أرى ذلك. ولكن يكتب على الكتابة الاولى قال أبو عمرو: ولا مخالف له في ذلك من علماء الامة.

وقال في موضع اخر: حدثنا أبو محمد عبد المطلب بن الحسن قال حدثنا عبد العزيز بن علي قال حدثنا المقدام بن تليد قال حدثنا عبد الله بن عبد الحكم قال: سئل مالك عن الحروف التي تكون في القرآن مثل الواو والألف أترى أن تغير من المصحف اذا وجدت فيه كذلك؟ قال: لا- قال أبو عمرو: يعني الواو والالف الزائدتين في الرسم لمعنى مثل الواو في "أولئك وأولى واولات. وشبهه ومثل الألف في "لن تدعوا و تتلوا ولا أوضعوا ولا أذبحنه ومائة ومائتين ولا تيأسوا وييدؤ و تفتئوا ويعبئوا" وشبهه وكذا الياء في" من نبأ المرسلين و ملائه" وشبهه. اه

وقال الجعبري في شرح العقيلة ما نقله أبو عمرو عن مالك هو مذهب الأئمة الأربع وإنما خص مالك لأنه صاحب فتياه ومستندهم مستند الخلفاء الربع رضوان الله عليهم. اه (الإبريز، ص:۹۳)

⑤ - اتقان شریف میں ہے:

أجمعوا على لزوم اتباع رسم المصاحف العثمانية في الوقف ابدالًا واثباتًا وحذفًا ووصلًا وقطعًا. اه

(الاتقان في علوم القرآن، ص:۲۳۹، ج:۱)

⑥ - الکواکب الدریہ میں ہے:

أجمعت الأمة المعصومة من الخطأ بعد ذلك في عهد التابعين والأئمّة المجتهدين على تلقّي ما نقل في المصاحف العثمانية التي أرسلها إلى الأمصار بالقبول وعلى ترك ما سوا ذلك...... ولذلك جعل الأئمة موافقة الرسم العثماني ولو احتمالًا شرطًا لقبول القراءة. فقالوا كل قراءة ساعدها خط المصحف مع صحة النقل ومجيئها على الفصيح من لغة العرب فهي المعتبرة. اه (الکواکب الدریہ، ص:۳۴)

⑦ - شارحِ عقیلہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

أنّ عثمان أرسل إلى كل جند من اجناد المسلمين مصحفًا وأمرهم أن يحرقوا كل مصحف يخالف الذي أرسل إليهم ولم يعرف أن أحدًا خالف في رسم هذه المصاحف العثمانية. اه (خميلة أرباب المقاصد شرح عقيلة اتراب

القصائد للإمام الجعبری، ص ۲۵)

⑧ - مدخل میں ہے:

ومن لایعرف المرسوم من الأُمّةِ یجب علیہ ألا یقرأ فی المصحف الا بعد أن یتعلم القراءۃ علی وجھہا أو یتعلم مرسوم المصحف فإذا فعل غیر ذلک فقد خالف ما اجتمعت علیہ الأمۃُ وحُکمُ مَنْ خَالَفَ ما اجتمعت علیہ الأُمّۃُ معلوم فی الشرع الشریف یقصد ابن الحاج أن مخالفۃ ما اجتمعت علیہ الأمّۃُ کفر. اھ (المدخل، ج:٤ ص: ٨٦)

بعض لوگ جو غیر عربی قرآن کی ضرورت بتاتے ہیں ان کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ کہا گیا کہ اگر کوئی عجمی اسلام لائے تو فوراً اس پر نماز اور نماز میں قرآن کی قراءت فرض ہوگی۔ اب وہ عربی سے ناآشنا ہے تو اس کے لیے نماز پڑھنا مشکل ہوگا اور اس کے عجمی رسم الخط میں متنِ قرآن موجود ہو تو اسے دیکھ کر وہ فوراً کچھ سورتیں یاد کرلے گا اور نماز ادا کرسکے گا۔

اس کے کئی جوابات دیے گئے:

① - ایسا عجمی بھی اسلام لاسکتا ہے جو اپنی زبان بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، اس کے لیے کیا صورت ہوگی؟

② - عہدِ رسالت سے اب تک ہر دور میں پڑھے لکھے اور بے پڑھے ہر طرح کے لوگ اسلام لاتے اور قرآن سیکھ کر اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ آج یہ کیوں نہیں ہوسکتا؟ نماز میں قراءت کے لیے قرآنِ مکتوب ہی سے یاد کرنا کوئی ضروری نہیں، زبانی سن کر اور سیکھ کر بھی یہ عمل ہوسکتا ہے۔ عہدِ رسالت وصحابہ میں بھی بے شمار اُمّی (بے پڑھے لکھے) اسلام لائے اور زبانی سیکھ کر قرآن کی قراءت کی۔ یہ کام آج بھی ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔

③ - ہمارے مذہب میں نو مسلم کے لیے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب تک وہ دو تین سورتیں نہیں سیکھ لیتا، اپنی نمازیں کسی قاری کی اقتدا میں ادا کرے، مقتدی پر قراءت فرض نہیں اور سنن ونوافل میں بھی اقتدا جائز ہے، خصوصاً جب کہ بلا تداعی ہو تو کسی طرح کی کراہت تنزیہی بھی نہیں۔

علاوہ ازیں اگر غیر عربی قرآن کا رواج ہو تو انجام یہ ہوگا کہ اصل قرآن کا وجود نادر اور صرف لائبریریوں کی زینت ہوکر رہ جائے گا اور عربی رسم الخط سے آشنائی کا سلسلہ بھی کم سے کم تر یا معدوم ہو جائے گا، جیسے آج یہ مشاہدہ ہے کہ جن علاقوں میں اردو رسم الخط متروک ہے اور اردو جملے یا عبارتیں بھی دیوناگری رسم الخط میں لکھ کر پڑھنے پڑھانے کا رواج ہوگیا ہے، ان علاقوں کے عوام میں اردو خواں اگر معدوم نہیں تو نادر ضرور ہوگئے ہیں۔ خدانخواستہ اگر متنِ قرآن کے ساتھ بھی یہ سلوک روا رکھا گیا تو اس کا انجام بھی اس سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

دوسرے سوال کے جواب میں مندوبین نے یہ لکھا کہ اولاً ہندی وغیرہ میں عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے علامات خاص کرنا بہت دشوار ہے، اور اگر کچھ علامتیں مقرر بھی ہو جائیں تو کسی قاری کو تعلیم وتمرین کے بغیر صحیح ادائگی ناممکن ہے۔ بالفرض یہ بھی ہو جائے تو بھی کسی اجنبی زبان میں کتابت قرآن کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ رسم قرآنی توقیفی ہے، جس کی پابندی عربی رسم الخط میں بھی ضروری ہے اور غیر عربی میں اس کی پابندی ممکن تو کیا متصور بھی نہیں۔

الحاصل غیر رسم عربی اور غیر رسم عثمانی میں متن قرآن کی کتابت کسی طرح سے جائز ودرست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم واحکم۔

طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکاۃ

چھٹی نشست

۱۷ر صفر ۱۴۳۱ھ / ۲ر فروری ۲۰۱۰ء، منگل، صبح ۹ر بجے

بڑے شہروں میں دودھ سپلائی کرنے والے زیادہ تاجروں کا کاروبار عظیم پیمانے پر پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھینسوں کے بڑے بڑے طویلے رکھتے ہیں جن میں کافی ملازمین مختلف کاموں پر مامور ہوتے ہیں۔ یہ تاجرین بھینسیں خرید کرلاتے ہیں، جن میں کچھ کو اپنے طویلے کے لیے چھانٹ لیتے ہیں اور ان کا دودھ سپلائی کرتے ہیں اور زیادہ بھینسیں وہ فروخت کردیتے ہیں۔

اس صورتِ حال سے متعلق یہ سوال ہوا کہ "طویلے کی بھینسیں جن کے دودھ سے بڑے پیمانے پر کاروبار ہو رہا ہے، مالِ تجارت ہیں؟ یا کرائے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح ہیں؟ اور ان بھینسوں یا ان کے دودھ پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ اور جو بھینسیں خرید کر بیچ دی

جاتی ہیں ان پر زکاۃ ہے یا نہیں؟"

جواب میں مقالہ نگاروں کی رائیں اور دلیلیں بہت مختلف نظر آئیں۔ بحث وتمحیص کے بعد جو فیصلہ ہوا وہ درج ذیل ہے:

❶ - طویلے والے جو بھینسیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ان کے دودھ بیچتے ہیں ان بھینسوں پر زکاۃ نہیں، اس لیے کہ یہ اموالِ زکاۃ سے نہیں۔ زکاۃ تین طرح کے مال پر ہوتی ہے: (۱) - سونا، چاندی۔ (۲) - سائمہ۔ (۳) - مالِ تجارت۔ طویلے کی یہ بھینسیں ان تینوں میں سے کسی قسم میں نہیں۔

سونا چاندی سے نہ ہونا بالکل عیاں ہے۔ سائمہ سے اس لیے نہیں کہ سائمہ اس جانور کو کہتے ہیں جو سال کے اکثر ایام میں چرائی پر رہے اور گھر سے اسے چارہ نہ دیا جائے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ثم السائمۃ ھی الراعیۃ التی تکتفی بالرعی عن العلف ویمونہا ذلک، ولا تحتاج الی أن تعلف، فإن کانت تسام فی بعض السنۃ وتعلف وتمان فی البعض یعتبر فیہ الغالب، لأن للاکثر حکم الکل. اھ (بدائع الصنائع فصل فی صفۃ نصاب السائمۃ، ج:۲، ص:۳۰، بیروت)

طویلے کی ان بھینسوں کا حال "سائمہ" سے مختلف ہے۔ یہ چرائی پر بہت کم رہتی ہیں اور گھر کے چارے پر زیادہ۔ ان کے چارے پانی اور کھلانے پلانے کا باضابطہ اہتمام ہوتا ہے اور اس کے لیے ملازمین رکھے جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ سائمہ سے نہیں۔

اب رہی تیسری قسم مالِ تجارت۔ تو یہ بھینسیں مالِ تجارت بھی نہیں، اس لیے کہ ان کو پالا جاتا ہے، انھیں بیچا نہیں جاتا۔ "تجارت" نام ہے مال سے مال کے تبادلے کا۔ یہاں بھینسوں کا مال سے تبادلہ مطلقاً نہیں ہوتا۔

بدائع الصنائع میں ہے: "تجارۃ" وھی مبادلۃ المال بالمال.... لأن التجارۃ کسب المال ببدل ما ھو مال. اھ. ملخصاً (ص:۱۲، ج:۲، بیروت)

جب طویلے کی یہ پالتو بھینسیں اموالِ زکاۃ کی کسی قسم میں شامل نہیں تو خاص ان بھینسوں کی زکاۃ بھی واجب نہ ہوگی۔

رہا یہ کہ ان بھینسوں کے دودھ سے مال کمایا جاتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اپنے گھر یا غلام یا دیگ وغیرہ کو کرایے پر دے کر ان سے مال کمایا جاتا ہے۔ ایسے گھر، غلام اور دیگ وغیرہ پر زکاۃ نہیں تو یہی حکم طویلے کی پالتو بھینسوں کا بھی ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: لو اشتری الرجل دارا أو عبداً للتجارۃ ثم آجرہ یخرج من أن یکون للتجارۃ لأنہ لما آجرہ فقد قصد المنفعۃ. ولو اشتری قدورا من صُفر یمسکہا أو یواجرہا لا تجب فیہا الزکاۃ کما لا تجب فی بیوت الغلّۃ. اھ-

(خانیہ بر ہامش ہندیہ کتاب الزکاۃ فصلٌ فی مال التجارۃ، ج:۱، ص:۲۵۱).

اسی میں ہے: وکذا لو اشتری جوالق بعشرۃ آلاف درھم لیواجرھا من الناس وحال علیہا الحول لا زکاۃ فیہا لأنہ اشتراھا للغلّۃ وعَزْمُہ انہ لو وجد ربحا یبیعہا لا یعتبر.... وکذا الجمّال اذا اشتری ابلا للکراء أو المکاری اذا اشتری حمرا للکراء. اھ

(خانیہ بر ہامش ہندیہ، ج:۱، ص:۲۵۰)

خزانۃ الروایات میں ہے: رجل اشتری أعیانا منقولۃ لو آجرھا میاومۃ ومشاھرۃ ومسانہۃ ویحصل لہ من المنقولات مال عظیم لا یجب فیہا الزکوۃ لأنہا لیست بمال التجارۃ. اھ

(خزانۃ الروایات)

❷ - ان بھینسوں کے دودھ سے اگر اتنی آمدنی ہوتی ہو جو ساڑھے باون تولے چاندی کے دام کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی پر سال بھی گزر جائے تو اس آمدنی کی زکاۃ واجب ہوگی۔

❸ - تاجرین جن بھینسوں کو بیچنے کے لیے خریدتے ہیں پھر بیچ دیتے ہیں وہ مالِ تجارت ہیں، اس لیے ان کی زکاۃ اپنے شرائط کے ساتھ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"تجارتی فلیٹوں پر زکاۃ" کا فیصلہ وقت کی تنگی کے باعث قلم بند ہوکر اجلاس میں پیش نہ ہوسکا، اس لیے وہ فی الحال شامل اشاعت نہیں ہے۔ فقہی سیمینار بورڈ دہلی کے سات فقہی سیمیناروں کے اہم فیصلے بھی ایک تجویز کے تحت جملہ مندوبین اور دیگر علمائے اہل سنت کی خدمات میں پیش کیے گئے تھے جن کی سب نے توثیق فرمائی اور فیصلے پر اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے۔ ☆☆☆

دعائے صحت: دفتر الجامعۃ الاشرفیہ ممبئی کے انچارج قاری محمد شرف الدین مصباحی کی والدہ سخت علیل ہیں۔ قارئین اشرفیہ سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ امراض کو دفع فرمائے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

از: محمد محبوب عزیزی

مندوبین

شرکائے سیمینار ایک نظر میں

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی

سترہویں چار روزہ فقہی سیمینار میں ایک بڑی تعداد میں علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ذیل میں ان حضرات اور دیگر شرکا کی فہرست پیش ہے۔

(اکابر)

❶ - فقیہ جلیل حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی — مرکزی دار الافتا، ۸۲/ سوداگران، بریلی شریف

❷ - عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی مصباحی — سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

❸ - محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی — شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور

❹ - عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی — صدر مجلس شرعی وصدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

❺ - جامع معقولات حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی — شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق، چرہ محمد پور، فیض آباد

❻ - خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف — بانی و مہتمم دار العلوم امجدیہ، ناگ پور

❼ - مفتی مالوہ حضرت مولانا مفتی حبیب یار خان قادری — مہتمم دار العلوم نوری، اندور

امسال سیمینار کے لیے دو نئے موضوعات کا انتخاب ہوا تھا، جب کہ گزشتہ سیمینار میں باقی رہ جانے والے تین موضوعات بھی زیر بحث رہے۔ اس طرح کل پانچ موضوعات تھے، جو الحمد للہ باتفاق رائے حل ہو گئے۔ ان میں سے ایک موضوع "تجارتی فلیٹوں پر زکاۃ" کا فیصلہ تنگیِ وقت کے سبب پڑھ کر مندوبین کو نہ سنایا جا سکا، اس لیے اس کی تفصیل آئندہ سیمینار کے خصوصی شمارے میں پیش کی جائے گی۔ بقیہ چار موضوعات یہ تھے:

① - مساجد کی آمدنی سے اے. سی. وغیرہ کے اخراجات کا انتظام۔ ② - مجوزہ فلیٹوں کی سلسلے وار بیع۔ ③ - غیر رسم عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت۔ ④ - طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکاۃ۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی اصحاب مقالات (جو شریکِ سیمینار ہوئے)		موضوعات وتعدادِ صفحات ❶	❷	❸	❹
۸	محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۸	۱۸	۶	۲
۹	مولانا محمد نصر اللہ رضوی مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو	۷	۵	۱۲	۲
۱۰	مفتی حبیب اللہ نعیمی مصباحی	دار العلوم فضل رحمانیہ، بچپڑوا، بلرام پور	-	-	۲	۲
۱۱	مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو	۵	۴	۳	۳
۱۲	مفتی محمد معراج القادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۱	-	-
۱۳	مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶	۶	۳	۲
۱۴	مولانا نفیس احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۱۲	-	۴	-

نمبر شمار	اسمائے گرامی	ادارہ	❶	❷	❸	❹
۱۵	مولانا محمد ناظم علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۵	۸	-	۳
۱۶	مولانا قاضی شہید عالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف	-	-	-	۷
۱۷	مفتی بدر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۲	۳	-	۳
۱۸	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی	۹	۷	-	۱
۱۹	مفتی انفاس الحسن چشتی	جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف	۲	-	-	-
۲۰	مولانا محمد نظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی	۳	۳	۳	۱
۲۱	مولانا عبد السلام رضوی مصباحی	مدرسہ انوار العلوم، بلرام پور	۳	۲	۲	۲
۲۲	مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، پکی باغ، بنارس	۴	۷	۲	۲
۲۳	مولانا محمد اختر کمال قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	-	-	-
۲۴	مفتی محمد نسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	-	۲	۱
۲۵	مولانا ابرار احمد امجدی	مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی	۴	۲	۳	-
۲۶	مولانا محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ	۶	۴	۲	۵
۲۷	مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، سلطان پور	۳	۲	۱	۱
۲۸	مولانا عبد الغفار اعظمی مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو	۳	-	۴	-
۲۹	مولانا ابرار احمد اعظمی	مدرسہ ندائے حق، جلال پور	۱۰	۱۰	۳	۴
۳۰	مولانا محمد مسیح احمد قادری مصباحی	مدرسہ انوار القرآن، بلرام پور	۲	-	۲	۱
۳۱	مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف	۹	۱۱	۴	۲
۳۲	مولانا شبیر احمد مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج	۹	۵	۳	۳
۳۳	مولانا معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد	۳	۳	۳	۲
۳۴	مولانا شہاب الدین احمد نوری	دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف	۴	۲	-	-
۳۵	مولانا زاہد علی سلامی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶	-	-	-
۳۶	مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۵	-	۳	-
۳۷	مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۷	-	۴	-
۳۸	مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۵	-	-	۳
۳۹	مولانا محمد عرفان عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶	-	-	-
۴۰	مولانا شیر محمد خاں مصباحی	دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ	۴	-	۲	۲

۴۱	مولانا منظور احمد خاں	جامعہ عربیہ، سلطان پور	۲	۲	-	-
۴۲	مولانا محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۱۳	-	۱۶	۲
۴۳	مولانا محمد صلاح الدین نظامی مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور	۱	-	-	-
۴۴	مولانا سید صابر علی مصباحی	دار العلوم نوری، اندور	۲	-	-	-

اصحابِ مقالات جو سیمینار میں شرکت نہ کر سکے

۴۵	مفتی محمد عنایت احمد نعیمی	الجامعۃ الغوثیہ، اترولہ، گونڈہ	-	-	۳	-
۴۶	مولانا شمشاد احمد مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی	-	-	۳	۱
۴۷	مولانا مختار احمد قادری	بہیڑی، بریلی شریف	۲	-	-	-
۴۸	مولانا محمد عابد حسین مصباحی	مدرسہ فیض العلوم جمشید پور	۱	۱	-	-
۴۹	مفتی شیر محمد خاں رضوی	دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور	-	-	۱	۱
۵۰	مولانا رضاء الحق اشرفی مصباحی	مدرسہ جامع اشرف، کچھوچھہ شریف	-	-	۲	۲
۵۱	مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج	۹	۵	۳	۳
۵۲	مفتی محمد عالم گیر مصباحی	دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور	۳	۵	۵	۴
۵۳	مولانا احمد رضا مصباحی	مدرسہ تنویر الاسلام، امر ڈوبھا	۲	۲	۲	۲
۵۴	مولانا محمد جابر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	-	۳	-
۵۵	مولانا نور احمد قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۸	-	-	-
۵۶	مولانا محمد شہروز عالم مصباحی	مدرسہ اجمل العلوم، سنبھل، مراد آباد	۲	۲	-	-
۵۷	مولانا محمد شبیر عالم مصباحی	دار العلوم انوارِ مصطفیٰ، گجرات	-	-	-	۲
۵۸	محمد محسن رضا مصباحی و محمد شبیر عالم مصباحی	دار العلوم انوارِ مصطفیٰ، گجرات	۳	۳	-	-

وہ حضرات جن کا کوئی مقالہ تو موصول نہیں ہوا مگر بحثوں میں شریک رہے

۵۹	مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی	مالدہ	۶۰	مولانا محمد نصیر الدین عزیزی مصباحی	مبارک پور
۶۱	مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی	مراد آباد	۶۲	مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی	چریاکوٹ
۶۳	مولانا عبد الحق رضوی مصباحی	مبارک پور	۶۴	مولانا محمد حنیف خاں رضوی مصباحی	بریلی شریف
۶۵	مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی	امریکہ	۶۶	مولانا مبارک حسین مصباحی	مبارک پور
۶۷	مولانا محمد بشیر القادری مصباحی	گریڈیہ	۶۸	مولانا شمیم احمد	ٹانڈہ
۶۹	مولانا نعیم الدین عزیزی مصباحی	مبارک پور	۷۰	مولانا مجتبیٰ شریف مصباحی	ناگ پور

۷۱	مولانا محمد قطب الدین رضا مصباحی	مبارک پور		

بقیہ شرکائے سیمینار

۷۲	مولانا شاکر علی نوری، ممبئی	۷۳	مولانا انوار احمد قادری، اندور	۷۴	مولانا منصور علی خاں، ممبئی
۷۵	مولانا نور الحق نوری، اندور	۷۶	حافظ عبد الغفار نوری بابا نوری، اندور	۷۷	مفتی عبد الرشید، اندور
۷۸	مولانا عبد الحبیب رضوی، ناگ پور	۷۹	مولانا کوثر علی رضوی بریلی شریف	۸۰	مولانا ریحان رضا مصباحی، ناگ پور
۸۱	مولانا رفیق الاسلام مصباحی، اندور	۸۲	مولانا توحید ارشد مصباحی، اندور	۸۳	مولانا محمد ہاشم رضا مصباحی، اندور
۸۴	مولانا محمد افروز عالم مصباحی، اندور	۸۵	مولانا محمد مجاہد رضا مصباحی، اندور	۸۶	مولانا محمد شاکر حسین، اندور
۸۷	مولانا محمد عارف برکاتی، اندور	۸۸	مولانا شہادت حسین نظامی، اندور	۸۹	مولانا محمد شریف الحق، اندور
۹۰	مولانا محمد وسیم مصباحی، دہلی	۹۱	مولانا رضی الدین، اندور	۹۲	مولانا عبد السلام، اندور
۹۳	مولانا عرفان، اندور	۹۴	مولانا احمد یار خان، اندور	۹۵	مولانا حشمت علی، اندور
۹۶	مولانا قمر الدین، اندور	۹۷	مولانا محمد عبد العلیم رضوی، اندور	۹۸	مولانا غلام صابر رضوی، ناگ پور
۹۹	مولانا فضل الرحمٰن، دیواس	۱۰۰	مولانا اکبر علی، ناگ پور	۱۰۱	مولانا محمد ابو الکلام، اندور
۱۰۲	مولانا غلام نبی، چندر پور	۱۰۳	مولانا محمد نجم الدین، اندور	۱۰۴	مولانا محمد عبد الجبار نوری، اندور
۱۰۵	مولانا محبوب رضا، اندور	۱۰۶	مولانا غلام سرور امجدی، اندور	۱۰۷	مولانا عبد الجبار اشرفی، اندور
۱۰۸	مولانا بدیل احمد خاں، اندور	۱۰۹	مولانا محمد شکیل احسانی باندوی، اندور	۱۱۰	مولانا منہاج الدین، اندور
۱۱۱	مولانا مستقیم خاں، اندور	۱۱۲	مولانا قاسم علی، اندور	۱۱۳	مولانا محمد حنیف برکاتی، اندور
۱۱۴	مولانا شبیر احمد، اندور	۱۱۵	مولانا غلام مصطفیٰ اکولہ	۱۱۶	مولانا عزیز الرحمٰن اندور
۱۱۷	مولانا رہبر حسین، اندور	۱۱۸	مولانا احمد رضا، اندور	۱۱۹	مولانا انیس المصطفیٰ، اندور
۱۲۰	مولانا سعید احمد نوری، اندور	۱۲۱	مولانا شہید آزاد، اندور	۱۲۲	حافظ شہاب الدین، مراد آباد
۱۲۳	حافظ شفقت اللہ، اندور	۱۲۴	حافظ امین الدین، اندور	۱۲۵	حافظ عظیم الدین برکاتی
۱۲۶	حافظ عبد الستار رضوی، اندور	۱۲۷	حافظ شوکت حسین قادری، اندور	۱۲۸	حافظ محمد نوشاد عالم عظیمی، اندور
۱۲۹	حافظ محمد عقیل رضوی، اندور	۱۳۰	حافظ محمد عمر قادری، اندور	۱۳۱	حافظ عبد الحمید رضوی، اندور
۱۳۲	حافظ اظہر الدین، اندور	۱۳۳	حافظ عبد الوہاب، اندور	۱۳۴	حافظ عبد الحفیظ کشمیری، اندور
۱۳۵	جناب محمد ضمیر احمد خاں، وکیل ہائی کورٹ				

مساجد کی آمدنی سے اے. سی. وغیرہ کے اخراجات کا انتظام

صدر الوریٰ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سترہویں فقہی سیمینار میں بحث وتنقیح کے لیے جن نوپید مسائل کو ارباب حل وعقد نے منتخب کیا ان میں ایک اہم مسئلہ ہے: "مساجد کی آمدنی سے اے۔ سی وغیرہ کے اخراجات کا انتظام"۔

اس عنوان پر ملک کے طول وعرض سے چوالیس ارباب افتا واصحاب قلم نے اظہار خیالات کیے بعض اہل علم نے بڑی تحقیق وتدقیق کے ساتھ مسئلے کے تمام گوشوں پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور واضح حل نکالنے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے، جب کہ بعض اہل قلم نے ایجاز بیانی سے کام لیا ہے تاہم حزم واحتیاط اور جامعیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ مقالہ نگاروں کی اس جماعت میں کچھ ایسے بھی صاحب قلم نظر آئے جنھوں نے اختصار کے ساتھ کسی کتاب سے کوئی فقہی عبارت نقل کر دی ہے مگر اصل مسئلے پر رائے زنی سے یکسر روگردانی کی ہے، شاید فیصلہ اہل بصیرت پر چھوڑ دیا ہے، ان کی تعداد اقل قلیل ہے۔

بہر کیف گوناگوں فکر اور مختلف انداز تحریر کے ساتھ جو مقالے مجلس شرعی کو وصول ہوئے ان کے صفحات کی مجموعی تعداد دو سو سات ہے۔

اس مسئلہ کے حل کے لیے حضرات مفتیان کرام وعلماے عظام سے تین سوالات کیے گئے جو درج ذیل ہیں:

(۱) - اے۔ سی، کولر، گیزر، فریج وغیرہ اسباب راحت کیا مصالح مسجد سے ہیں؟

(۲) - بہر حال کیا مسجد کی آمدنی سے درج بالا اشیا خریدی جا سکتی ہیں؟

(۳) - اگر کسی نے اپنی جیب خاص سے ان اسباب راحت کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا تو ان کے استعمال پر بجلی کے بل کی ادائگی کیا مسجد کی آمدنی سے ہو سکتی ہے؟

پہلا سوال اور اس کے جوابات

(۱) - اے. سی. ، کولر، گیزر، فریج وغیرہ اسباب راحت کیا مصالح مسجد سے ہیں؟

اس سوال کے جواب سے پہلے چوں کہ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ "مصالح" کی لغوی اور شرعی تعریف کیا ہے، پھر مصالح مسجد کا کیا مفہوم ہے؟ اس لیے بعض اہل قلم نے اصل جواب سے پہلے اس پر روشنی ڈالی ہے ان کے اسماے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ۔ (۲) حضرت مولانا نفیس احمد، جامعہ اشرفیہ (۳) راقم الحروف محمد صدر الوری قادری مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۴) حضرت مفتی ابرار احمد امجدی مرکز تربیت افتا اوجھا گنج۔ (۵) حضرت مولانا نصر اللہ رضوی، فیض العلوم محمد آباد۔ (۶) حضرت مولانا عارف اللہ فیضی فیض العلوم محمد آباد۔ (۷) حضرت مولانا ناصر حسین مصباحی، جامعہ اشرفیہ۔ (۸) حضرت مولانا ابرار احمد اعظمی، ندائے حق جلال پور۔ (۹) حضرت مولانا نور احمد قادری مصباحی، جامعہ اشرفیہ۔ (۱۰) حضرت مفتی آل مصطفی مصباحی، گھوسی۔ (۱۱) حضرت مولانا نظام الدین مصباحی، علیمیہ جمدا شاہی۔ (۱۲) حضرت مفتی بدر عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ۔ (۱۳) حضرت مولانا ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ۔

سارے مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ فقہانے مصالح مسجد کی تعریف نہیں کی ہے صرف اس کے بعض امثال ونظائر کو ذکر کیا ہے،

اور مصالح صرف ان ہی امثال ونظائر میں منحصر نہیں ہیں، ان جزئیات کو سامنے رکھ کر درج بالا علماے کرام نے مصالح مسجد کی اپنے اپنے انداز میں تعریف کی ہے جو اس طرح ہیں:

(۱) (الف) وہ اشخاص واشیا جو مسجد کو درست رکھیں اور اس کے مقاصد کی حفاظت کریں۔

(ب) وہ اشیا واشخاص جن سے شعائر کی حفاظت ہو۔

لسان العرب میں ہے:

الصلاح ضد الفساد صلح يصلح صلاحا. والمصلحة: الصلاح واحد المصالح. اھ

المستصفی من علم الأصول میں ہے:

أما المصلحة فهي عبارة في الأصل عن جلب منفعة أو دفع مضرة ولسنا نعني به ذلك لكنا نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع. اھ

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی گفتگو مصلحت شرعی کے تعلق سے ہے اس لیے انھوں نے اس کا معنی مقصود شرعی کی محافظت بتایا ہے اور یہاں گفتگو مصلحت مسجد سے متعلق ہے اس لیے یہاں اس کا معنی مقصود مسجد کی حفاظت ہوگا.

یہ مصالح کبھی درجۂ ضرورت میں ہوتے ہیں، کبھی درجۂ حاجت میں اور کبھی درجۂ منفعت میں۔ یہ کبھی درجۂ زینت وفضول میں نہیں آتے، مثلاً امام ومؤذن درجۂ ضرورت میں ہیں کہ یہ نہ ہوں تو اذان وجماعت وجمعہ کے شعائر فوت ہو جائیں گے اور ضروری عمارتیں نہ ہوں تو مسجد ویران ہو جائے گی یہاں امام ومؤذن سے مراد مطلق امام ومؤذن ہیں خواہ معین ہوں یا نہ ہوں۔

اور جیسے امام معین ومؤذن متعین کہ یہ درجۂ حاجت میں ہیں یہ نہ ہوں تو کوئی بھی صالح امامت واذان، امامت واذان کر سکتا ہے مگر اس میں حرج واقع ہوگا۔

قالین، فرش اور عام حالات میں گرم یا ٹھنڈا پانی منفعت سے ہے کہ یہ اسباب فراہم نہ ہوں تو نمازی کسی حرج شدید میں مبتلا نہ ہوں گے کہ چٹائی، دری اور معتدل پانی بھی نماز اور وضو کے لیے کافی ہے۔ (مقالہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ)

مولانا ناصر حسین مصباحی نے بھی یہ تفصیل کی ہے۔

(۲) راقم الحروف کے مقالہ میں "المستصفی من علم الأصول" کی مذکور بالا عبارت کے ساتھ اقسام مصلحت کے تعلق سے درج ذیل عبارتیں بھی ہیں:

❖ إن المصلحة باعتبار قوتها في ذاتها تنقسم إلى ما هي في رتبة الضرورات وإلى ما هي في رتبة الحاجات وإلى ما يتعلق بالتحسينات والتزيينات، وتتقاعد أيضا عن رتبة الحاجات. (المستصفى من علم الأصول ج:۱، ص:۶۳۶)

❖ الحكم إما أن يستلزم مصلحة أو مفسدة أو يخلو عنهما أو يجمعهما وعند ذلك إما أن يتعادلا أو ترجح هذه أو تلك فهذه ستة أقسام. ثم لا بد من إلغاء المفسدة الخالصة والراجحة والمساوية والصورة الخالية عنهما فيتعين اعتبار المصلحة المحضة والراجحة لأن ترك الخير الكثير للشئ القليل شر كثير وهذا كالمعلوم بالضرورة من دين الأنبياء ووضع الشرائع فيها مصالح وقد دل عليه صريحات النصوص وشهادة الأحكام ولا تخلو واقعة عن الدخول في قسم من هذه الأقسام وإن لم نجد له شاهدا يشهد بحسب جنسه القريب ولكن هذا التقسيم العام يوجب العمل به لأنه إذا ثبت أن المصلحة الغالبة واجبة الاعتبار وثبت أن هذه المصلحة المعينة غالبة لزم من مجموع المقدمتين وجوب اعتبار المصلحة المعينة. (شرح المعالم ف أصول الفقه، لابن التلمسان، ۲/۴۷۴)

ان عبارتوں کی روشنی میں مصالح مسجد کی تعریف ان الفاظ میں ہوگی:

مسجد کی صوری یا معنوی تعمیر میں جن اشیا کا دخل ہے وہ مصالح مسجد ہیں، بلفظ دیگر جن چیزوں کے نہ ہونے سے مسجد کے ویران ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

(۳) مولانا نفیس احمد مصباحی نے مصالح کے تعلق سے المستصفی، فواتح الرحموت، جلی النص فی اماکن الرخص کی عبارات اور مختلف کتب فقہ کے حوالے سے مصالح مسجد کے نظائر وامثال ذکر کرنے کے بعد لکھا:

مصالح وہ چیزیں ہیں جن سے مسجد کی حفاظت، یا اس کی حسی ومعنوی آبادی ہو، اور ان کا نہ ہونا مسجد کے لیے کھلے ہوئے ضرر اور نقصان کا باعث ہو، یا جن سے نماز ادا کرنے میں نمازیوں کو راحت

وسہولت ہو۔

ان میں سے کچھ چیزیں مسجد اور اس کے شرعی مقصود (عبادت) کی تکمیل کے لیے ضرورت کے درجے میں ہیں، کچھ حاجت کے درجے میں ہیں اور کچھ منفعت کے درجے میں ہیں، اس لیے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مصالح مسجد وہ چیزیں ہیں جو مسجد کے شرعی مقصود (نماز، عبادت) کے لیے ضرورت، حاجت یا منفعت کے درجے میں ہوں.

مولانا ساجد علی مصباحی نے بھی اسی مفہوم سے قریب ترین تعریف کی ہے۔

(۴) مفتی ابرار احمد امجدی نے المستصفی وغیرہ کے نصوص سے مصالح اور اس کے اقسام پر تو روشنی ڈالی ہے مگر مصالح مسجد کی تعریف نہیں کی ہے۔

(۵) مولانا نصر اللہ رضوی نے کتب لغات کے حوالے سے مصلحت کے مندرجہ ذیل معانی بیان کیے:

(۱) صلاح، درستی، منفعت (۲) کل ما ینتفع بہ (۳) ہر وہ چیز جو صلاح و درستی کا سبب ہو (۴) ما یعاطاہ النسان من الأعمال الباعثة علی نفعہ أو نفع قومہ.

مذکورہ معانی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"جن اشیاء، اسباب وسامان اور افراد واشخاص کو ہمارے فقہائے کرام نے مصالح مسجد سے بتایا ہے ان میں یہ معانی پوری طرح سے پائے جاتے ہیں۔"

(۶) مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی کتب لغت سے مصلحت کے معانی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"مصالح مسجد وہ تمام افراد واشیا ہیں جن سے مسجد کی عمارت معنوی اور عبادت گزاروں کی راحت و آسانی ہو۔"

پھر کچھ مصالح مسجد ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مصالح مسجد اتنی ہی چیزوں میں محدود ہیں بلکہ ہمارے فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی کا کچھ مصالح شمار کرنے کے بعد "لی آخر المصالح" یا "اس قسم کے مصارف مصالح میں شمار ہوں گے" یا مثال پر حرف جار داخل فرما کر "کالامام للمسجد" کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مصالح مسجد ہماری ذکر کردہ اشیا ہی میں منحصر نہیں ہیں۔"

فقہا کی تصریحات و کثیر کتب فقہ کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ مصالح مسجد ہر وہ چیز ہے جس سے مسجد کی حسی یا معنوی تعمیر ہو۔ یا عرفاً مسجد سے شمار کیا جاتا ہو۔ حسی تعمیر سے مراد مسجد کی گچ کاری، مرمت وپختہ کاری وغیرہ ہے اور معنوی تعمیر سے مراد شعائر (یعنی علی الاعلان ادا کی جانے والی عبادت) کو قائم کرنا ہے۔

(۷) مولانا ابرار احمد اعظمی نے اصول فقہ کی مختلف کتابوں سے مصالح مسجد کا لغوی، شرعی معنی اور ان کے اقسام کو بڑی تفصیل سے بیان کیا اور ان عبارات کی روشنی میں ایک نتیجہ اخذ کیا، لکھتے ہیں:

"فقہی اشباہ ونظائر سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ فقہائے اسلام نے بہت سے ایسے اسباب راحت کو بھی مصالح مسجد سے شمار کیا ہے جو مسجد کی آبادکاری، تکثیر جماعت اور نفسیاتی طور پر عامۂ مسلمین کے قلوب کو مسجد کی طرف راغب کرنے میں معاون اور وسائل وذرائع ثابت ہوں۔"

(۸) مولانا نور احمد قادری مصباحی فتاوی الازہر اور المستصفی کی ذکر کردہ عبارتیں دینے کے بعد لکھتے ہیں:

"مسجد خانہ خدا ہے، شعار اسلام ہے جس کی محافظت یقیناً مقصود شرع ہے لہذا جتنے امور مسجد کی حفاظت اور اس کی آبادی کو متضمن ہوں وہ سب مصالح مسجد سے ہیں۔"

(۹) مفتی آل مصطفی مصباحی نے مصالح مسجد کی درج ذیل تعریف کی ہے:

"مصالح مسجد وہ چیزیں ہیں جو مسجد کی بقا وتحفظ کا موقوف علیہ تو نہیں البتہ ان کے نہ ہونے کی صورت میں وقف و مقصد وقف کو ضرر و خلل لاحق ہونا مظنون ہو مصالح مسجد وضروریات مسجد کلی مشکک کی طرح عمومی اصطلاح ہیں جن کے دائرۂ مفہوم میں کئی انواع واشیا داخل وشامل ہیں۔"

(۱۰) مولانا نظام الدین مصباحی استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی لکھتے ہیں:

"جزئیات فقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس (مصالح مسجد) میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے مسجد صوری ومعنوی طور سے آباد رہ سکے، اور جس سے اس کی عظمت شان کا اظہار ہو۔ صوری طور سے آباد رہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کی عمارت قائم اور مستحکم رہ سکے، اور معنوی طور سے آباد رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں باجماعت نماز پابندی سے ادا کی جاسکے۔"

(۱۱) مفتی بدر عالم مصباحی لکھتے ہیں:

"مصالح مسجد وہ چیزیں ہے جن کے بغیر مسجد کی آبادی اور اس کی ظاہری صورت نیز مسجد کے اغراض میں خلل واقع ہو، بحر الرائق میں ہے: "إنما مصالحہ عمارتہ."

علمائے کرام کے حوالے سے مصالح مسجد کی تعریفات کے بعد اب ہم اصل مقصود کی طرف چلتے ہیں کہ اے۔ سی، کولر، گیزر، فریج کیا مصالح مسجد سے ہیں؟

اس سلسلے میں مقالہ نگار حضرات کئی خانوں میں منقسم نظر آتے ہیں:

پہلا طبقہ: ان علمائے کرام کا ہے جنہوں نے علی الاطلاق یہ حکم صادر کیا کہ اے. سی. ،کولر، گیزر، فریج وغیرہ اسباب راحت مسجد کے مصالح سے نہیں ہیں، یہ نقطۂ نظر چھ اہل قلم کا ہے:

ان حضرات نے درج ذیل عبارات وجزئیات سے استدلال کیا ہے:

❖ ففي القنية كتبت إلى المشايخ ورمز للقاضي عبد الجبار وشهاب الدين الإمام هل للقيم شراء المراوح من مصالح المسجد؟ فقالا: لا. ثم رمز للعلاء الترجماني فقال: الدهن والحصير والمراوح ليس من مصالح المسجد وإنما مصالحه عمارته. ثم رمز لأبي حامد وقال: الدهن والحصير من مصالحه دون المراوح. قال يعني مولانا بديع الدين وهو أشبه للصواب وأقرب إلى غرض الواقف.

❖ فتاوی ہندیہ میں ہے: الذی یبدأ بہ من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الواقف أم لا ثم إلی ما ہو أقرب إلی العمارۃ وأعم للمصلحۃ کالإمام للمسجد والمدرس للمدرسۃ یصرف إلیہم بقدر کفایتہم ثم السرج والبسط إلی آخر المصالح. ۲/۳۶۸

❖ فتاوی رضویہ میں ہے: "صورت مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلی فون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے۔ فتح القدیر میں ہے: مرنا بیقاء الوقف علی ما کان. یہ وہاں فرمایا ہے کہ جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش وترفع یہ حرام در حرام ہے۔" (۶/۳۷۴)

❖ فتاوی امجدیہ میں ہے: "پنکھا مصالح مسجد میں داخل نہیں وقف مسجد کی آمدنی اس میں صرف نہیں کی جاسکتی، اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اس میں صرف کرے یا اس کے لیے جائداد وقف کرے تو ہو سکتا ہے۔" (۳/۱۴۱)

❖ غمز عیون البصائر میں ہے: قال الحاوی الحصیر والزیت من المصالح دون المراوح. ۲/۲۲۰ (مقالہ مولانا رفیق عالم ص۱)

❖ بحر الرائق میں ہے: "فتحصل أن الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقا بعد العمارة الإمام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظر وثمن القناديل والزيت والحصر ويلحق بثمن الزيت والحصر ماء الوضوء وأجرة حمله.

دوسرا طبقہ: ان علمائے کرام پر مشتمل ہے جو وضو کے لیے صرف گیزر کو مصالح مسجد سے شمار کرتے ہیں، باقی اے۔ سی، کولر، برقی پنکھے، فریج وغیرہ اسباب راحت مصالح مسجد سے خارج ہیں، یہ موقف تین علمائے کرام کا ہے۔

ان حضرات کا موقف گیزر کے بارے میں مثبت ہے مگر باقی اسباب راحت کے بارے میں منفی ہے تو اس منفی پہلو میں یہ اہل علم، طبقہ اولی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے دلائل وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ البتہ مولانا دستگیر عالم مصباحی نے مذکورہ جزئیات کے علاوہ اس رخ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اے۔ سی، کولر، پنکھے گرمی دور کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ شرع نے فضا کی گرمی کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے خواہ وہ گرمی کتنی ہی سخت اور پریشان کن کیوں نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سخت گرمی کے باوجود مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کی اجازت فقہانے نہیں دی ہے اور اس عذر کی وجہ سے ایک مکروہ کو مباح نہیں کیا ہے اے. سی. وغیرہ کی نظیر پنکھا ہے جسے مصالح سے خارج شمار کیا گیا ہے۔

مثبت پہلو یعنی گیزر کے مصالح مسجد سے ہونے پر مندرجہ ذیل جزئیات سے استدلال کیا گیا ہے:

❖ ہدایہ میں ہے: من بنی مسجدا تحتہ سرداب أو فوقہ بیت وجعل باب المسجد إلی الطریق وعزلہ عن ملکہ فلہ أن

یبیعه، وأن مات یورث عنه؛ لأنه لم یخلص للّٰه تعالی لبقاء حق العبد متعلقا به، ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز، کما في مسجد بیت المقدس.

❖ بہار شریعت میں ہے: ”بعض لوگ مسجد میں جو پیال بچھا ہے اسے سقایہ کی آگ جلانے کے کام میں لاتے ہیں، یہ ناجائز ہے، یوں ہی سقایہ کی آگ گھر لے جانا، اس سے چلم بھرنا، یا سقایہ کا پانی گھر لے جانا یہ سب ناجائز ہے۔ ہاں جس نے پانی بھروایا اور گرم کروایا ہے اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو لے جاسکتے ہیں جب کہ اس نے اپنے پاس سے صرف کیا ہو اور اگر مسجد کا پیسہ صرف کیا ہو تو اس کی اجازت بھی نہیں دے سکتا۔“ (۱۰/۸۴)

تیسرا طبقہ: ان مفتیان کرام کا ہے جنہوں نے جغرافیائی سطح پر موسم کی سردی، گرمی اور اعتدال کا لحاظ کرتے ہوئے دنیا کو تین خانوں میں بانٹ دیا ہے:

(۱) مناطق حارہ، (۲) مناطق باردہ، (۳) مناطق معتدلہ۔

مناطق حارہ جیسے: حجاز مقدس، سوڈان، نائیجیریا اور تنزانیہ وغیرہ، جہاں گرمیوں میں لوگ عالم طور پر اے. سی. چلانے اور اس کے خوگر ہوتے ہیں یا وہاں قانوناً گھروں میں اے. سی. انسانی زندگی کی ضرورت بن جاتی ہے اگر وہاں مساجد میں اے. سی. کا انتظام نہ ہو تو جماعت میں چند تقوی شعاروں کے سوا کوئی شامل نہ ہوگا اور جہاں اے. سی. ہوگی وہاں مسجد نمازیوں کے لیے تنگ بھی ہوسکتی ہے۔ ایسے بلاد میں اے. سی. ، کولر، برقی پنکھے مصالح مسجد سے ہیں اب اگر نمازیوں کو ان کے بغیر حرج وضرر ہو تو یہ مصلحت بدرجۂ حاجت ہوگی ورنہ بدرجۂ منفعت۔

مگر کولر جس سے تیز آواز نکلتی ہے وہ مخل خشوع وخضوع اور بسا اوقات مخل نماز بھی بن سکتا ہے، اس تقدیر پر کولر مصالح سے درکنار مفاسد سے ہوگا، اس لیے اس کا مصالح سے ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ اسے مسجد سے باہر اتنے فاصلے پر رکھا جائے کہ اس کی تیز آواز مخل نماز اور مخل خشوع وخضوع نہ ہو۔

مناطق باردہ، جیسے: انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ وغیرہ میں بھی کچھ مخصوص حالات میں اے۔ سی کی ضرورت پیش آتی ہے کیوں کہ ان کی مساجد بھی ان کے مکانات کی طرح سردی کی وجہ سے ہمیشہ ہر طرف سے بند رہتی ہیں جس کے باعث ہجوم ناس کے وقت صرف سانس کی ہوا سے اندر کا ماحول مکدر ومتعفن ہو جاتا ہے اس سے حفاظت کے لیے اے. سی. اور ایگزاسٹ فین استعمال کرتے ہیں ایسے حالات اور اوقات میں سرد ممالک میں بھی اے. سی. مصالح مسجد سے ہوگی۔

گیزر اور بوائلر پانی گرم کرنے کے جدید الکٹرانک آلات ہیں اور یہ سرد ممالک جیسے برطانیہ وغیرہ اور سرد بلاد مثل شملہ، نینی تال، دارجلنگ، سکم، کشمیر، بلکہ تیز سردی کے موسم میں چند مقامات کے سوا عامہ بلاد ہند و پاک میں مصالح مسجد سے ہیں ان کی نظیر عہد قدیم کے سقایہ ہیں۔

زیادہ سرد علاقوں میں جہاں ٹھنڈی کی شدت سے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں یا بیمار ہونے کا صحیح اندیشہ ہوتا ہے ہیٹر بھی زندگی کی ضرورت بن جاتا ہے تو ایسے بلاد میں ہیٹر بھی مصالح مسجد سے ہے۔

فریج سے عام طور سے پینے کا پانی ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس کا انتظام مساجد میں ہو تو وہاں جانے کے لیے لوگوں کو رغبت ہوگی مگر مساجد کے اصل مقصود میں اس پانی سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوتا اس لیے فریج مساجد کے اسباب زینت سے شمار کی جاسکتی ہے، مصالح مسجد سے نہیں۔ ہاں اگر ایسے فریجر کا انتظام ہو جس سے گرمیوں میں وضو کے لیے ٹھنڈا پانی فراہم کیا جائے تو وہ مصالح مسجد سے ہوگا اس کی نظیر عہد قدیم کا سرادب یعنی ٹھنڈا گھر ہے جس میں وضو کے لیے پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔

مناطق معتدلہ یعنی وہ علاقے جو موسم کے لحاظ سے معتدل ہیں موسم سرما و گرما دونوں میں سردی وگرمی حد اعتدال میں رہتی ہے نہ سردی ضرر وحرج کا باعث ہوتی ہے نہ گرمی سے شدت تکلیف کا احساس ہوتا ہے، ایسے علاقوں میں اے۔ سی، کولر، گیزر مصالح مسجد سے نہ ہوں گے۔

یہ تفصیل حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی نے کی ہے، مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کے مقالے میں بھی تقریباً اسی قسم کی تفصیل ہے، اور جزوی اختلاف کے ساتھ یہی موقف باقی تمام علماے کرام کا ہے اگرچہ یہ انداز بیان اور یہ تفصیل ان کے مقالوں میں نہیں ہے بلکہ کسی نے لفظ ”ترقی یافتہ ممالک وغیر ترقی یافتہ ممالک“ استعمال کیا ہے تو کسی نے موسم وحالات سے متاثر ہو کر علی الاطلاق اے۔ سی، کولر، گیزر اور برقی پنکھوں کو مصالح مسجد سے ہونے کی بات کی ہے۔ اور کسی نے بر سبیل تنزل یہ کہا کہ اگر اے. سی.

کولر نہیں تو کم از کم برقی پنکھوں کو اس زمانے میں مصالح مسجد سے ہونا چاہیے۔ جب کہ بعض اہل علم نے اے. سی. ، کولر، گیزر کے بارے میں واضح طور پر کہا ہے کہ یہ اشیا مصالح مسجد سے ہیں، مگر اسی کے ساتھ لفظ ”وغیرہ اسباب راحت“ ضم کر کے فریج اور نہ معلوم کن کن اسباب راحت کو مصالح مسجد کے تحت داخل کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے فریج ذکر کرنے کے بعد ”وغیرہ اسباب راحت“ لکھا ہے۔ ایسے لوگ دیگر اسباب راحت سے کیا مراد لیتے ہیں وہی بتا سکتے ہیں۔ اسی صف میں کچھ ایسے مقالہ نگار بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے نہ تو دیگر اسباب راحت کی کوئی بات کی ہے اور نہ ہی فریج کا تذکرہ مناسب جانا کہ اس کے بارے میں کوئی حکم شرعی واضح ہو۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

اب اس کے بعد فریج کے بارے میں واضح طور پر تین موقف نظر آتے ہیں:

پہلا موقف: بعض صورتوں میں یہ مصالح مسجد سے ہے بعض صورتوں میں نہیں، تفصیل اوپر آچکی ہے۔

دوسرا موقف: علی الاطلاق فریج مصالح مسجد سے ہے خواہ وضو کے لیے اس کا استعمال ہو یا پانی پینے کے لیے، اس کی صراحت خاص طور پر مولانا ابرار احمد اعظمی اور مولانا ناصر حسین مصباحی نے کی ہے۔

تیسرا موقف: فریج مصالح مسجد سے نہیں، یہ وضاحت پانچ مقالہ نگاروں نے کی ہے۔ البتہ مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی نے فریج کا مسئلہ غور طلب لکھا ہے، اس کا کوئی واضح حکم شرعی بیان نہ کیا۔

اے. سی. ، کولر، گیزر، فریج کے بارے میں ہم نے جو تیسرے طبقۂ علما کے موقف کی ترجمانی کی ہے اس کے دلائل مقالات کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ دلائل میں چوں کہ اشتراک بہت ہے اور حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے مقالے میں جامعیت کے ساتھ وہ دلائل مذکور ہیں، اس لیے ہم اپنی آسانی کے لیے ان ہی کے مقالے سے سلسلۂ نقل شروع کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

❖ بحر الرائق میں ہے: (المسألة) السَّادِسَةُ فِي بَيَانِ مَنْ يُقَدَّمُ مَعَ الْعِمَارَةِ وَهُوَ الْمُسْتَحِقُّ فِي زَمَانِنَا بِالشَّعَائِرِ وَلَمْ أَرَهُ إِلَّا فِي الْحَاوِي الْقُدْسِي قَالَ: وَالَّذِي يُبْتَدَأُ بِهِ مِنْ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ عِمَارَتُهُ شَرَطَ الْوَاقِفُ أَوْ لَا ثُمَّ مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الْعِمَارَةِ وَأَعَمُّ لِلْمَصْلَحَةِ كَالْإِمَامِ لِلْمَسْجِدِ وَالْمُدَرِّسِ لِلْمَدْرَسَةِ يُصْرَفُ إِلَيْهِمْ قَدْرَ كِفَايَتِهِمْ ثُمَّ السِّرَاجُ وَالْبِسَاطُ كَذَلِكَ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ. اهـ. (البحر الرائق ص ۳۵۸، ج۱۴ ص۲۱۳، ج۵).

❖ نیز اسی میں ہے: فَتَحَصَّلَ أَنَّ الشَّعَائِرَ الَّتِي تُقَدَّمُ فِي الصَّرْفِ مُطْلَقًا بَعْدَ الْعِمَارَةِ الْإِمَامُ وَالْخَطِيبُ وَالْمُدَرِّسُ وَالْوَقَّادُ وَالْفَرَّاشُ وَالْمُؤَذِّنُ وَالنَّاظِرُ وَثَمَنُ الْقَنَادِيلِ وَالزَّيْتِ وَالْحُصْرِ وَيَلْحَقُ بِثَمَنِ الزَّيْتِ وَالْحُصْرِ ثَمَنُ مَاءِ الْوُضُوءِ أَوْ أُجْرَةُ حَمْلِهِ أَوْ كُلْفَةُ نَقْلِهِ مِنَ الْبِئْرِ إِلَى الْمِيضَأَةِ فَلَيْسَ الْمُبَاشِرُ وَالشَّاهِدُ وَالْجَابِي وَالشَّادُّ وَخَازِنُ الْكُتُبِ مِنَ الشَّعَائِرِ. اهـ. (البحر الرائق ص ۳۵۹، ج۱۴، کتاب الوقف، و ۲۱۵، ج۵، باب الاستدانة لجل العمارة)

❖ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے: وَالْمُتَوَلِّي مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ وَالْكَاتِبُ مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ زَمَنَ الْعِمَارَةِ لَا كُلَّ وَقْتٍ وَبَقِيَّتُهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَرْبَابِ الشَّعَائِرِ كَذَا أَفْتَى الْمِهْمَنْدَارِي.
(ص ۴۹۳، ج۲، کتاب الوقف، الباب الثان ف حکام استحقاق هل الوقف و صحاب الوظائف)

ان کے سوا رد المحتار، تنقیح الفتاویٰ وغیرہ کی مزید فقہی عبارات بھی ہیں۔

دوسرا سوال اور اس کے جوابات

(۲) - مسجد کی آمدنی سے کیا درج بالا اشیا خریدی جاسکتی ہیں؟

- یہ سوال چونکہ پہلے سوال پر ہی متفرع ہے اس لیے اس کے جواب میں بھی اختلاف ہونا ایک فطری عمل ہے۔ اور اس میں بھی وہی تین نظریات سامنے آئے جو پہلے سوال کے جواب میں بیان کیے گئے ہیں:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ مسجد پر اوقاف کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اگر واقف نے وسعت رکھی ہے کہ مصالح مسجد اور اس کے علاوہ دوسرے مصارف میں بھی صرف کرنے کی عند الوقف اجازت دے رکھی ہے تو اوقاف کی آمدنی سے اے. سی. ، کولر، گیزر، فریج وغیرہ بھی خریدے جاسکتے ہیں، اور اگر وہ آمدنی صرف مصالح مسجد کے لیے ہو تو اس سے مذکورہ اشیا نہیں خرید سکتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر ان حضرات کا

ہے جو اے. سی. ، کولر، گیزر، فریج وغیرہ کو مصالح مسجد سے نہیں مانتے ہیں۔ البتہ مولانا رفیق عالم مصباحی نے اوقاف میں مصارف جدیدہ اور تصرفات حادثہ کی کئی صورتیں ذکر کی ہیں اور مسجد کی آمدنی سے مذکورہ اسباب راحت کی خریداری کا جواز فراہم کیا ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

① -مالِ وقف میں ان مصارف وتصرفات کی واقف کی جانب سے صراحۃً اجازت ہو،

② -واقف کی جانب سے عرفاً اجازت ہو، یہ وہاں ہوگا جہاں شرائط وقف معلوم نہ ہونے کی صورت میں قدیم متولیوں اور اوقاف کے منتظمین کے عمل در آمد کا اعتبار ہوگا۔

③ -مال وقف سے ان اشیا کے خریدنے اور ان کے استعمال کرنے پر حاجت کا تحقق ہو جائے۔

④ -مالِ وقف سے ان اشیاے مذکورہ کے خریدنے پر عرف و تعامل کا تحقق ہو، کیوں کہ عرف وتعامل کی وجہ سے بھی اوقاف میں تصرف جائز ہے۔

⑤ -کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کے رفع وازالہ کے لیے بھی مال وقف سے ان اشیا کے خریدنے کی اجازت ہوگی، مثلاً اوقاف کے متولی ومنتظم کو یہ اندیشہ ہو کہ ظالم وجابر لالچی ونفس پرست وقف کا بچا ہوا مال دیکھ کر اس پر قبضہ کر لیں گے۔

موصوف نے جواز کی ان تمام صورتوں کو دلائل وشواہد سے مزین بھی کیا ہے مکمل تفصیل کے لیے ان کا مقالہ دیکھیں۔

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ مسجد کی آمدنی سے صرف گیزر خریدا جا سکتا ہے کہ وہ مصالح مسجد سے ہے باقی دیگر اسباب راحت اے. سی. ، کولر، فریج، برقی پنکھے نہیں خریدے جاسکتے کہ یہ اشیا مصالح مسجد سے نہیں ہیں۔ یہ نقطۂ نظر ان علماے کرام کا ہے جو صرف گیزر کو مصالح مسجد سے شمار کرتے ہیں، باقی اشیا کو مصالح مسجد سے نہیں قرار دیتے۔

تیسرا نظریہ: تفصیل طلب ہے وہ یہ ہے کہ مسجد کی آمدنی دو طرح کی ہوتی ہے:

(الف) قدیم اوقاف کی آمدنی۔ (ب) اصحاب خیر کے عطیات وچندے کی آمدنی۔

(الف) اوقاف کی آمدنی اگر مصالح مسجد کے لیے ہو خواہ واقف نے اس کی صراحت کر دی ہو یا زمانۂ وقف کے عرف عام سے متعین ہو، یا شروع ہی سے وہ آمدنی مصالح میں صرف ہوتی ہو تو جن مقامات میں یہ چیزیں مسجد کی مصالح سے قرار پاتی ہیں وہاں مذکورہ قدیم اوقاف کی آمدنی سے درج بالا اشیا کو خریدنا اور ان کے دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز ہوگا جب کہ ان سے اہم مصارف وشعائر میں اسے استعمال کرنے کی حاجت نہ ہو۔

اور اگر قدیم اوقاف کی آمدنی مصالح کے لیے نہ ہو یا درج بالا اشیاسے اہم اور ضروری مصارف میں اسے استعمال کرنے کی حاجت ہو تو وہ آمدنی ان اشیا کی خریداری اور ان کی تنصیب وغیرہ میں صرف کرنی جائز نہ ہوگی۔

❖ ردالمحتار میں ہے: فيقدم أولاً: العمارة الضرورية ثم الأهم فالأهم من المصالح والشعائر بقدر ما يقوم به الحال. فإن فضل شيء يعطى لبقية المستحقين. اھ. (رد المحتار ص٥٦١، ج٦ كتاب الوقف، مطلب يبد بعد العمارة بما هو قرب ليها)

❖ فتح القدیر میں ہے: وَلَهُ (لِلْمُتَوَلِّيْ) أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْ غَلَّةِ الْمَسْجِدِ دُهْنًا وَحَصِيْرًا وَآجُرًّا وَجِصًّا لِفُرُشِ الْمَسْجِدِ إِنْ كَانَ الْوَاقِفُ وَسَّعَ. فَقَالَ: يَفْعَلُ مَا يَرَاهُ مَصْلَحَةً. وَإِنْ وَقَفَ لِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، وَلَمْ يَزِدْ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ ذٰلِكَ. فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لَهُ شَرْطٌ يَعْمَلُ مَا عَمِلَ مَنْ قَبْلَهُ. اھ. (فتح القدير ص٤٥٠، ج٥، الفصل الول ف المتول من كتاب الوقف)

❖ نیز اسی میں ہے: "وَلَهُ (لِلْحَاكِمِ) أَنْ يَبْنِيَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ ظُلَّةً لِدَفْعِ أَذَى الْمَطَرِ عَنِ الْبَابِ مِنْ مَالِ الْوَقْفِ إِنْ كَانَ عَلٰى مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ. وَإِنْ كَانَ عَلٰى عِمَارَتِهِ أَوْ تَرْمِيْمِهِ فَلَا يَصِحُّ. وَالْأَصَحُّ مَا قَالَهُ ظَهِيْرُ الدِّيْنِ أَنَّ الْوَقْفَ عَلٰى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ وَمَصَالِحِ الْمَسْجِدِ سَوَاءٌ. وَذَا كَانَ عَلٰى عِمَارَةِ الْمَسْجِدِ لَا يَشْتَرِيْ مِنْهُ الزَّيْتَ وَالْحَصِيْرَ، وَلَا يَصْرِفُ مِنْهُ لِلزِّيْنَةِ وَالشُّرُفَاتِ. وَيَضْمَنُ إِنْ فَعَلَ. اھ. (مصدر سابق)

❖ فتاوی خیریہ میں ہے: إذا وجد شرط الواقف فلا سبيل إلى مخالفته وإذا فقد عمل بالاستفاضة والاستيمارات العادية المستمرة من تقادم الزمان إلى هذا الوقت. اھ.

(بحواله فتاوى رضويه ص ٤٦٢، ج٦، سنی دار الاشاعت)

(ب) اصحاب خیر کے عطیات وچندے جو اغراض بتا کر وصول کیے گئے ہوں یا عرفاً جو اغراض معلوم ومتعین ہوں بس ان ہی اغراض میں وہ عطیات وچندے صرف کرنا جائز ہے اور ان کے سوا میں صرف کرنا ناجائز ہے، لہذا جہاں اے. سی، کولر، گیزر، فریج وغیرہ کو بھی اغراض میں شامل رکھا گیا ہو یا صرف ان ہی کے لیے چندہ ہوا وہاں اصحاب خیر کے عطیات وچندے سے ان اشیا کی خرید وفیٹنگ جائز ہے۔ یہ نقطۂ نظر باقی تمام علماے کرام کا ہے، البتہ الفاظ وعبارات حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہیں۔

تیسرا سوال اور اس کے جوابات

③ -اگر کسی نے اپنی جیب خاص سے ان اشیا کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا، تو ان کے استعمال پر بجلی کے بل کی ادائگی کیا مسجد کی آمدنی سے ہو سکتی ہے؟

یہ سوال بھی پہلے سوال سے ہی جڑا ہوا ہے اس لیے اس میں بھی وہی تین موقف نظر آئے۔

پہلا موقف: چوں کہ اے۔ سی، کولر، گیزر، فریج وغیرہ مصالح مسجد سے نہیں ہیں اس لیے اگر کسی نے اپنی جیب خاص سے مذکورہ ان اشیا کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دیا تو ان کے استعمال پر خرچ ہونے والی بجلی کے بل کی ادائگی مسجد کی آمدنی سے نہیں ہو سکتی، ہاں اگر واقف نے مصالح مسجد اور دیگر مصارف مسجد میں بھی صرف کرنے کی اجازت دے رکھی ہو تو اس آمدنی سے بجلی کے بل کی ادائگی ہو سکتی ہے، وہ اوقاف جو صرف تعمیر مسجد یا مصالح مسجد کے لیے وقف ہیں ان کی آمدنی سے ادائگی جائز نہیں ہے۔ یہ موقف زمرہ اولی کے علماے کرام کا ہے۔

دوسرا موقف: وہ اوقاف جو صرف تعمیر مسجد یا مصالح مسجد کے لیے ہوں ان کی آمدنی سے صرف گیزر کے استعمال پر بجلی کا بل ادا کیا جا سکتا ہے باقی دیگر اسباب راحت کو اگر کسی نے خرید کر مسجد کے لیے وقف کیا تو چوں کہ وہ مصالح مسجد سے نہیں ہیں اس بنا پر ان کے استعمال پر اس آمدنی سے بجلی کا صرفہ نہیں دیا جا سکتا، البتہ اوقاف کے علاوہ اور آمدنی جو کسی خاص مد کے لیے متعین نہ ہو اس سے یہ خرچ ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ موقف زمرہ ثانیہ کے علماے کرام کا ہے۔

تیسرا موقف: جن صورتوں میں اے۔ سی، گیزر، فریج وغیرہ مصالح مسجد سے ہیں ان صورتوں میں مسجد کی آمدنی سے بجلی کے اخراجات ادا کیے جاسکتے ہیں اور جن صورتوں میں یہ اشیا مصالح مسجد سے نہیں قرار پاتیں ان میں بجلی کے بل کی ادائگی بھی مسجد کی آمدنی سے جائز نہیں لأیہ کہ چندے کے اغراض میں اسے شامل کر کے ارباب خیر کو اس سے آگاہ کر دیا گیا ہو، یا پھر خاص بجلی بل کے لیے الگ سے چندہ کر لیا جائے، فقہا فرماتے ہیں: مراعاة غرض الواقفين واجبة. یہ زمرہ ثالثہ کے علماے کرام کا موقف ہے۔

یہ ہے خلاصۂ مقالات اب اس کے بعد درج ذیل امور تنقیح طلب ہیں:

تنقیح طلب امور

① (الف) مصالح مسجد کی جامع ومانع تعریف کیا ہے؟ (ب) کیا مصالح مسجد کے تحت ضرورت وحاجت کے علاوہ منفعت بھی داخل ہے؟

② کیا اے. سی، کولر، برقی پنکھے، فریج، گیزر مصالح مسجد سے ہیں؟ اگر مصالح مسجد سے ہیں تو مراتب ثلثہ ضرورت، حاجت، منفعت میں ان کی کیا حیثیت ہے؟

③ فریج اگر مصالح مسجد سے ہو تو اس سے وہ فریج مراد ہوگی جس سے بلاد حارہ میں وضو کا پانی ٹھنڈا کیا جاتا ہو یا وہ بھی فریج مصالح مسجد سے ہوگی جو نمازیوں ومعتکفین کے پانی پینے کے لیے ہو، یا دونوں ہی فریجیں مصالح مسجد سے ہوں گی؟

④ بہر حال مسجد کی آمدنی سے درج بالا اسباب راحت خریدنا، یا اگر کسی نے اپنی جیب سے خرید کر ان اشیا کو مسجد کے لیے وقف کر دیا تو ان کے استعمال پر مسجد کی آمدنی سے بجلی کا بل ادا کرنا کیا جائز ہے؟

اگر جائز ہے تو مسجد کے اوقاف قدیمہ وجدیدہ دونوں کا حکم یکساں ہے یا کچھ فرق ہے؟

☆☆☆☆

مجوّزہ فلیٹوں کی سلسلے وار بیع

مولانا نفیس احمد مصباحی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْن.

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے سترہویں فقہی سیمینار میں بحث و مذاکرہ کے لیے جو موضوعات متعین ہوئے ان میں ایک اہم موضوع "مجوّزہ فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع" کا مسئلہ ہے، اس موضوع کے ابتدائی مرحلہ سے متعلق صفر ۱۴۲۶ھ میں مجلس شرعی کے گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ ممبئی میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ موجودہ دور میں کثیر منزلہ فلیٹوں کی خرید و فروخت کا جو طریقہ بلڈروں اور خریداروں کے درمیان رائج ہے وہ حضرات صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب پر "بیع استصناع" کے زمرے میں آتا ہے، جو جائز و درست ہے، اور اب حاجت شرعی اور تعامل عام کی وجہ سے اس کی اجازت ہے، اور اس عقد میں پیشگی ادا کی جانے والی قسطیں بننے والی عمارت کا ثمن ہیں۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مجوّزہ فلیٹوں کی خرید و فروخت کا معاملہ صرف ایک ہی خریدار پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ کبھی کبھی اس کا سلسلہ دراز بھی ہو جاتا ہے کہ ان فلیٹوں کا خریدار انھیں دوسرے کے ہاتھ اور دوسرا تیسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے، اور اسی طرح کبھی خرید و فروخت کا یہ سلسلہ ان سے بھی زیادہ افراد تک پہنچتا ہے، اس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلا خریدار، دوسرے خریدار سے معاملہ طے کرنے کے بعد بلڈر کو مطلع کر دیتا ہے کہ میں نے اپنا مجوّزہ فلیٹ فلاں کے ہاتھ بیچ دیا ہے، تعمیر مکمل ہونے کے بعد فلیٹ پر میرے بجائے ان کو قبضہ دیا جائے، بلڈر کسی اعتراض کے بغیر اسے مان لیتا ہے، اور پہلے خریدار کی جگہ دوسرے خریدار کا نام درج کر لیتا ہے، اسی طرح یہ سلسلۂ خرید و فروخت جتنا آگے بڑھتا ہے، بلڈر کو اطلاع ہوتی رہتی ہے، اور وہ قانونی خانہ پری کرتا کراتا رہتا ہے۔

اس لیے اس نئی صورت حال سے متعلق سوال نامہ تیار کرنے کی ذمہ داری حضرت مولانا مفتی بدر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ذمہ آئی، اور موضوع کے مختلف نئے گوشوں کو محیط یہ سوال نامہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کے پاس ۱۰ر رجب ۱۴۳۰ھ / ۴ر جولائی ۲۰۰۹ء بھیج دیا گیا۔

اس موضوع سے متعلق ملک کے طول و عرض سے مختلف علمائے کرام کے مقالات اور رائیں مجلس کو تحریری شکل میں موصول ہوئیں جن کی تعداد ستائیس ہے، یہ فل اسکیپ سائز کے ایک سو تیئیس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان میں کچھ مقالات بہت عمدہ، تحقیقی اور مفصل ہیں، کچھ متوسط ہیں، اور کچھ نہایت مختصر ہیں۔

اس موضوع سے متعلق درج ذیل پانچ سوالات مندوبین کرام کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے:

(۱) - فلیٹ کی زمین بلڈر نے ابھی حاصل نہیں کی، صرف کاغذات پر فلیٹوں کے نقشے تیار کیے، ایسا فلیٹ خرید کر اسے دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) - فلیٹ کے لیے زمین کی پلاننگ ہو گئی لیکن کسی کا حصۂ زمین ابھی متعین نہیں تو اس غیر متعین زمین پر مجوزہ فلیٹ خرید کر دوسرے کے ہاتھ بیچنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

(۳) - فلیٹ تیار ہو چکا ہے لیکن ابھی متعین نہیں ہے کہ کون سا فلیٹ کس کا ہے ایسے فلیٹ کی سلسلہ وار بیع کا حکم شرعی کیا ہے؟

(۴) - فلیٹ تیار ہو چکا ہے بلڈر نے خریدار کے نام متعین بھی کر دیا لیکن ابھی قبضہ نہیں دلایا تو اس طرح کے فلیٹ کو خریدار دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) - بہر حال مشتری اس طرح کے فلیٹ کی بیع پر جو نفع حاصل کرے گا وہ نفع اس کے حق میں جائز ہوگا، یا ناجائز؟

جوابات سوال نمبر: ۱-۲

پہلے اور دوسرے سوال کے جواب میں مندوبین کرام کے سات موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: یہ ہے کہ زمین کی خریداری سے پہلے یا خریداری کے بعد فلیٹوں کی تیاری سے قبل، پہلے اور دوسرے خریدار، یوں ہی بعد کے خریداروں سے مجوّزہ فلیٹوں کی خرید و فروخت نہ بیع استصناع ہے، نہ بیع سلم، نہ بیع مطلق۔ یہ موقف سات علمائے کرام کا ہے:

ان حضرات کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

(الف) یہ سب بیعیں، بیع معدوم ہیں۔

ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر، باب السّلم میں ہے:

(رُوِيَ أنّہ علیہ الصلاۃ والسلام نَھٰی عَنْ بَیْعِ مَا لَیْسَ عِنْدَ الإنْسَانِ) رَوَاہُ أصْحَابُ السُّنَنِ الْأَرْبَعَۃِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْہُ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَایَحِلُّ سَلَفٌ وَبَیْعٌ إلٰی أَنْ قَالَ: وَلَاتَبِعْ مَا لَیْسَ عِنْدَکَ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(فتح القدیر، ج ۷ ص ۶۷، مرکز اہل سنت، پوربندر، گجرات)

بدائع الصنائع میں ہے:

وأمّا الذي یرجع إلی المعقود علیہ فأنواع، منھا: أن یکون موجودًا، فلا ینعقد بیع المعدوم. (ج ۵ ص ۲۰۷)

رد المحتار میں ہے: شَرْطُ الْمَعْقُوْدِ عَلَیْہِ سِتَّۃٌ: کَوْنُہٗ مَوْجُوْدًا، مَالًا مُتَقَوِّمًا، مَمْلُوْکًا فِيْ نَفْسِہٖ، وَکَوْنُ الْمِلْکِ لِلْبَائِعِ فِیْمَا یَبِیْعُہٗ لِنَفْسِہٖ، وَکَوْنُہٗ مَقْدُوْرَ التَّسْلِیْمِ فَلَمْ یَنْعَقِدْ بَیْعُ الْمَعْدُوْمِ.

(ج ۷ ص ۱۵، دار الباز، مکہ مکرمہ)

اسی سے ملتی جلتی عبارت بحر الرائق، ج ۵ ص ۲۷۹ پر بھی ہے۔

(ب) یہ سب بیعیں، بیع معدوم ہونے کے ساتھ نہ بیع سلم ہیں، نہ بیع استصناع۔

بیع سلم تو اس لیے نہیں کہ اس میں بیع سلم کے شرائط نہیں پائے جاتے۔ کیوں کہ سلم کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ (مبیع) وقت عقد سے اتمام میعاد تک بازار میں موجود رہے۔

ہدایہ میں ہے:

ولا یجوز السلم حتی یکون المسلم فیہ موجودًا من حین العقد إلی حین المحلّ. (ج ۳ ص ۷۷)

بدائع الصنائع میں ہے: وَمِنْھَا أَنْ یَکُوْنَ مَوْجُوْدًا مِنْ وَقْتِ الْعَقْدِ إلٰی وَقْتِ الْأَجَلِ فَإِنْ لَمْ یَکُنْ مَوْجُوْدًا عِنْدَ الْعَقْدِ أَوْ عِنْدَ مَحَلِّ الْأَجَلِ، أَوْ کَانَ مَوْجُوْدًا فِیْھِمَا لٰکِنَّہُ انْقَطَعَ مِنْ أَیْدِی النَّاسِ فِیْمَا بَیْنَ ذٰلِکَ ...... لَایَجُوْزُ السَّلَمُ. (ج ۴ ص ۴۴۶)

بیع سلم کی دوسری شرط یہ ہے کہ راس المال (یعنی ثمن) کی ادائگی مجلس عقد ہی میں ہو۔ اسی لیے اگر خریدار روپیہ لینے مکان یا دکان کے اندر گیا اور مُسلَم الیہ (یعنی بائع) سے آڑ ہو گئی تو عقد سلم باطل ہو جاتا ہے۔

تنویر الابصار اور درّ مختار میں ہے: وبقي من الشروط قبض رأس المال ولو عینًا قبل الافتراق بأبدانھما ...... ولو دخل لیخرج الدراھم إن توارى عن المسلم إلیہ بطل، وإن بحیث یراہ، لا. (ج ۷ ص ۴۶۴، ۴۶۵)

اور یہاں مذکورہ بالا دونوں ہی شرطیں مفقود ہیں۔

اور بیع استصناع اس لیے نہیں کہ ان صورتوں میں استصناع کی حقیقت نہیں پائی جاتی۔ مولانا ابرار احمد اعظمی اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استصناع کا فقدان اس طرح ہے کہ بیع ثانی میں مجوّزہ فلیٹوں کو بیچنے والا نہ تو فلیٹ کا کاری گر ہے اور نہ ہی اس سے فلیٹ بنانے اور بنوانے کا کوئی معاہدہ ہوتا ہے، لہذا اس معدوم فلیٹ کی بیع ثانی پر استصناع بالکل صادق نہیں۔ کیوں کہ استصناع وہ بیع ہے جس میں کسی کاری گر سے کوئی فرمائشی سامان بنوانے کا معاہدہ ہو۔ فرمائشی ساز و سامان بنوانے والے کو "مستصنع" اور کاری گر کو "صانع" کہا جاتا ہے۔ جب کہ مجوزہ فلیٹوں کی بیع در بیع میں نہ کوئی صانع ہے اور نہ ہی کوئی مستصنع۔ الغرض مجوزہ فلیٹوں کا دوسرا معاہدہ، دائرۂ استصناع و سلم سے ہٹ کر، ایک ایسی معدوم شے کا معاہدہ ہے جس کی شرع میں کوئی نظیر نہیں۔"

مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی اس کے تعلق سے اپنے نظریہ کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"بلڈر اور مشتری اول کے علاوہ بیع در بیع کے باقی تمام معاملات و عقود، بیع استصناع کے مفہوم و مصداق سے بھی خارج ہیں۔

اولاً: اس لیے کہ ان عقود و معاملات میں ان کے بائع اپنے خریداروں سے فلیٹ خود سے بنانے، یا اپنے اجیر سے بنوا دینے کا معاہدہ نہیں کرتے، اور نہ ہی سلسلۂ بیع در بیع کے بائعین اس قسم کا کام کرتے ہیں، بلکہ وہ تو خریداروں سے مجوزہ شے کو فروخت کرتے ہیں،

جب کہ بیع استصناع میں بائع و مشتری کے درمیان مجوزہ چیز کے بنانے یا اپنے اجیر سے بنوا دینے کا معاہدہ و قرار ہوتا ہے۔

ثانیاً: مجوزہ فلیٹوں کی بیع در بیع کا عوام و خواص کے درمیان تعامل بھی نہیں ہے، جب کہ جوازِ استصناع کی شرط، تعامل ہے۔"

ان دونوں حضرات نے اپنے مقالوں میں بدائع الصنائع (ج ۴/ص ۹۳) دُرِّ منتقی شرحِ ملتقیٰ (ج ۲/ص ۱۰۶)، عنایہ شرحِ ہدایہ اور فتح القدیر (ج ۷/ص ۱۰۷) وغیرہ فقہی کتابوں کی عبارات سے اپنا موقف واضح کیا ہے۔

مولانا محمد نظام الدین علیمی مصباحی صاحب سوال نمبر (۱) سے سوال نمبر (۴) تک تمام صورتوں میں بیع کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوال نمبر (۱) سے چار تک، یہ چاروں صورتیں ناجائز ہیں، کیوں کہ مجوزہ فلیٹوں کی خرید و فروخت کو بیع استصناع مان کر درست قرار دیا گیا ہے، اور اس بیع پر (عام طور سے) بیع سلم کے احکام مرتب ہوں گے، کیوں کہ اگر ایک ماہ یا اس سے زائد کی مدت پر استصناع ہو تو وہ بیع سلم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بہار شریعت میں ہے: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کاریگر کو فرمائش دے کر چیز بنوائی جاتی ہے اس کو استصناع کہتے ہیں۔ اگر اس میں کوئی میعاد مذکور ہو اور وہ ایک ماہ سے کم کی نہ ہو تو وہ سلم ہے، تمام وہ شرائط جو سلم میں مذکور ہوئے ان کی مراعات کی جائے، یہاں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کے بنوانے کا چلن اور رواج مسلمانوں میں ہے یا نہیں، بلکہ صرف یہ دیکھیں گے کہ اس میں سلم جائز ہے یا نہیں، اگر مدت ہی نہ ہو یا ایک ماہ سے کم کی مدت ہو تو استصناع ہے، اور اس کے جواز کے لیے تعامل ضروری ہے، یعنی جس کے بنوانے کا رواج ہے، جیسے موزہ، جوتا، ٹوپی وغیرہ اس میں استصناع درست ہے، اور جس میں رواج نہ ہو جیسے کپڑا بنوانا، کتاب چھپوانا، اس میں صحیح نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۱، استصناع کا بیان)"

پھر بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے آخر میں اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں:

"ان تمام مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ فلیٹوں میں قبضہ سے پہلے بیع سلم جائز نہیں ہے۔ فتأمل۔"

"پھر اگر مشتریِ اول نے قسط پر خریدا ہے تو یہ پہلی خریداری بھی جائز نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ بیع سلم میں راس المال پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہے۔ فَلْيُتَأَمَّلْ."

اس کے بعد انھوں نے جواز کا ایک حیلہ لکھا ہے جس کا تعلق یک مشت رقم ادا کر کے مجوزہ فلیٹ کی خریداری سے ہے، قسط وار خریداری سے نہیں۔ (دیکھیے ان کے مقالہ کا آخری صفحہ بہ عنوان "جواز کا حیلہ")

دوسرا موقف: یہ ہے کہ عرف و تعامل اور عاقدین کی رضامندی سے یہ سلسلہ وار بیع جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ. [النساء: ۲۹] کے آخری حصہ "إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ" سے مستفاد ہوتا ہے۔ یہ موقف صرف ایک عالم دین کا ہے۔

تیسرا موقف: یہ ہے کہ یہ بیع استصناع ہے، مگر استصناع، عقدِ لازم نہیں، صرف عقدِ جائز ہے، تو بیع اول میں فسخ کا احتمال باقی ہے، جس کی وجہ سے بیع ثانی میں غرر کا احتمالِ قوی موجود ہے، اور ہر وہ بیع جو غرر کے احتمال کو مستلزم ہو وہ ناجائز ہے۔ اس لیے یہ ناجائز ہے۔ ہاں جب بلڈر فلیٹ تیار کر کے خریدار کے نام متعین کر دے تو غرر کا احتمال نہیں رہ جاتا، اس لیے اس صورت میں سلسلہ وار بیع جائز ہے۔ یہ موقف بھی صرف ایک عالم دین کا ہے۔ ان کی دلیل بحر الرائق شرح کنز الدقائق کی درج ذیل دو عبارتیں ہیں:

- (لَا بَيْعُ الْمَنْقُولِ) أَيْ لَا يَصِحُّ لِنَهْيِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ. وَلِأَنَّ فِيهِ غَرَرَ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ. (ج ٦ ص ١١٦، فصل ف المبيع والثمن)
- وَالْغَرَرُ الْمَنْهِيُّ غَرَرُ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ. (مصدر سابق)

چوتھا موقف: یہ ہے کہ یہ سب بیع استصناع ہیں۔ یہ موقف پانچ اہل علم کا ہے:

مفتی بدر عالم مصباحی صاحب پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اس کو بیچنا بیع معدوم ہے، اسے جائز نہیں ہونا چاہیے، لیکن استصناع کی نظیر مان کر اسے جائز کہا جا سکتا ہے کہ جب اصل بلڈر کے لیے بطور استصناع جائز ہے تو مشتری کے لیے بھی دوسرے کے ہاتھ بطورِ استصناع بیچنا جائز ہو گا۔"

در مختار میں ہے: وبدونه أي: الأجل فيما فيه تعامل

الناس كخف وقمقمة وطست صحّ الاستصناع بيعًا.

(در مختار مع ردّ المحتار، ج ۷ ص ٤٧٥)

پھر ایک شبہہ اور اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شبہہ: مشتری کے لیے بیچنا جائز نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ مشتری کا مبیع پر تصرف قبلِ قبضہ ہو گا، اور یہ جائز نہیں۔

جواب: فلیٹ کی زمین اور اس پر بلڈنگ از قبیل عقار ہیں اور عقار کی بیع قبلِ قبضہ بھی جائز ہے۔

در مختار میں ہے:

صَحَّ بَيْعُ عَقَارٍ لَا يُخْشَى هَلَاكُهُ قَبْلَ قَبْضِهِ مِنْ بَائِعِهِ لِعَدَمِ الْغَرَرِ؛ لِنُدْرَةِ هَلَاكِ الْعَقَارِ. (در مختار مع ردالمحتار، ج ۷ ص ۳٦۹)

پھر دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ پلاٹنگ ہو گئی اور کسی کا حصۂ زمین متعین نہیں تو اس مجوزہ فلیٹ کی بیع میں کئی خرابیاں ہیں۔ پہلی خرابی یہ ہے کہ یہ بیع معدوم ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ بیع مجہول الوصف ہے، لیکن بیع معدوم کا فساد، تعاملِ ناس کی بنا پر بطور استصناع درجۂ عدم میں آچکا ہے، اور مبیع کے مجہول اور غیر متعین ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابی بھی فلیٹ بیچنے اور خریدنے والوں کے درمیان لایُعبأ بہ کی منزل میں ہے، اس لیے اس سے بیع فاسد نہیں ہو گی۔ (دیکھیے مقالہ مفتی بدر عالم مصباحی صاحب)

مفتی آل مصطفی مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"فلیٹ کی زمین ابھی بلڈر نے حاصل نہیں کی، کاغذات پر فلیٹوں کے صرف نقشے تیار کیے، تو بلڈر کا فلیٹ سے متعلق دوسرے کے ساتھ بنام خرید و فروخت معاملہ کرنا در اصل "عقد استصناع" ہے۔ اسی طرح فلیٹ کے لیے زمین کی پلاٹنگ ہو گئی۔ لیکن کسی کا حصۂ زمین ابھی متعین نہیں تو اس غیر متعین زمین پر مجوزہ فلیٹ کی خریداری کا معاملہ بھی در حقیقت "عقد استصناع" ہے۔ ہاں! بعض صورتوں میں مذکورہ دونوں ہی طریقۂ کار پر جدید عقد استصناع کا تحقق بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ سوال نامہ (کی اس عبارت) سے ظاہر ہے۔ "جس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ مشتری اول، مشتری ثانی سے معاملہ طے کرنے کے بعد بلڈر سے کبھی تحریری طور پر اور کبھی زبانی ہی کہہ دیتا ہے کہ میں نے اپنا مجوزہ فلیٹ ان کے ہاتھ فروخت کر دیا، تعمیر مکمل ہونے کے بعد فلیٹ پر انھیں قبضہ دیا جائے، بلڈر کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ (سوال نامہ "مجوزہ فلیٹوں کی بیع در بیع"۔ ص ۱)۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مشتری اول اور مشتریِ ثانی کا باہم فلیٹ تیار کرنے کروانے کا معاملہ، بلڈر اور مشتری اول (صانع و مستصنع) کے معاملہ سے الگ اور جدید عقد استصناع ہے۔ اور مشتری اول کا بلڈر سے تحریری یا زبانی یہ کہنا کہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد فلیٹ پر انھیں (مشتری ثانی / جدید مستصنع کو) قبضہ دیا جائے" یہ بلڈر کو اس بات کا وکیل بنانا ہوا کہ میرے مستصنع کو فلیٹ پر قبضہ دلا دو۔ ان صورتوں کے عقد استصناع کے تحت داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان پر استصناع کی تعریف صادق آتی ہے، اور اس طرح کے معاملے پر عرف و رواج بھی قائم ہو چکا ہے۔ اور علما سے بعدِ علم اس پر نکیر بھی ثابت نہیں۔"

پھر آگے چل کر مفتی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ یہ مذہب امام اعظم پر اگر چہ استصناع نہیں لیکن مذہبِ صاحبین کے مطابق استصناع ہے، اور یہاں مذہب امام اعظم سے عدول کر کے مذہبِ صاحبین اختیار کرنا، دفعِ حرج اور رفعِ مشقت کے لیے ہے۔ اور ان دونوں صورتِ معاملہ کو بیع و شرا میں داخل کر کے اسے ناجائز و باطل ٹھہرانا روشِ فقہی سے دور جا پڑنا ہے۔

لیکن آخر میں موصوف نے سوال نامہ میں مذکور سبھی صورتوں میں پہلے اور دوسرے عقد کو عقدِ استصناع اور بعد کے باقی معاملات کو "وعدہ بیع" کہا ہے اور یہ کہ فلیٹ تیار ہونے کے بعد بطورِ تعاطی یہ سب بیع و شرا ہوں گے۔ اور تصحیح عقود کے لیے اس کو "بہتر اور روشِ فقہی سے قریب" قرار دیا ہے۔

مولانا محمد انور نظامی صاحب کے نزدیک بلڈر اور مشتریِ اول کے درمیان ہونے والی پہلی بیع، بیع استصناع ہے، جب کہ بعد والی بیعیں بادی النظر میں بیع معدوم ہیں جو بہ ظاہر نہ بیع استصناع کے تحت داخل ہیں، نہ بیع سلم کے تحت۔ مگر تصحیح عقد کے لیے ان کو بیع استصناع قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب یہ بیع در بیع کا معاملہ ہوتا ہے تو درمیان سے پہلا خریدار ہٹ جاتا ہے، اب سارا معاملہ بلڈر اور خریدارِ دوم یا سوم سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ ایک نیا عقدِ استصناع ہو جاتا ہے جس کے ضمن میں استصناعِ اول کا اقالہ ہو جاتا ہے۔ مگر عقد کی صحت کے بعد بھی وہ بلا عوض نفع کو جائز نہیں قرار دیتے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"البتہ نفع اس کے لیے جائز نہیں، اِلّا یہ کہ اپنے کسی عمل یا معمولی چیز کے بدلے زائد رقم لے"۔

مفتی بدر عالم صاحب نے اپنے مقالے کے آخر میں سلسلہ وار بیع کے معاملات کو محض وعدۂ بیع قرار دینے کے نظریہ کو ان الفاظ میں مسترد کیا ہے:

"فلیٹس کا کاروبار کرنے والے یا مجوزہ فلیٹس خریدنے بیچنے والے اپنی دانست میں عقد ہی کرتے ہیں محض وعدے نہیں۔ اگر محض وعدے ہوں تو بعد کی بیعوں میں کسی کے ذمہ بھی فلیٹس دینا لازم نہ ہونا چاہیے، حالانکہ بائع اپنے ذمہ فلیٹس دینا، دلوانا لازم سمجھتا ہے اور مشتری بھی اسی سے فلیٹس لینے کو اپنا حق تصور کرتا ہے۔ اس لیے ان بیوع کو عقد نہ کہ کر محض وعدے کہنا میرے خیال سے صحیح نہیں۔ پھر ان بیعوں میں ایک دوسرے کو نفع ونقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے تو وہ محض وعدے کی بنا پر نہ ہو گا ضرور وہ عقد ہوتے ہیں جن پر نفع ونقصان کا ترتب ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔"

پانچواں موقف: یہ ہے کہ سلسلہ وار بیع کا یہ معاملہ بیع مطلق ہے جو ایک غیر مقدور التسلیم شے کی بیع پر مشتمل ہے، اور بیع الدین قبل القبض بھی ہے، اس بنا پر یہ ناجائز ہے، مگر چوں کہ اس طرح کے معاملات کافی رائج ہو چکے ہیں، لوگ فرمائش کر کے فلیٹ ہی نہیں بلکہ بہت سی اشیا کی خریداری کرتے ہیں اور ان اشیا کے تیار ہونے سے پہلے اپنے طور پر ان کی بیع بھی کر دیتے ہیں، اور ان کی یہ بیع، بیع شرعی کے معیار پر پوری نہیں اترتی، اس لیے اگر اس کو بیع نہ مان کر وعدۂ بیع مانا جائے تو گنجائش کی کوئی راہ نکل سکتی ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خریدار قبضہ ملنے پر ہی اپنی آخری قسط بلڈر کو دیتا ہے، اس کے بعد قانونی طور پر وہ اپنے فلیٹ کا مالک ہوتا ہے، آخری قسط کی ادائگی سے پہلے قانونی طور پر اُسے فلیٹ پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے اس معاملہ کو بیع حقیقی پر محمول نہیں کیا جا سکتا، یہ وعدۂ بیع ہو سکتا ہے۔ اور کسی بھی غیر مقدور التسلیم شے کے وعدۂ بیع میں کوئی حرج نہیں۔ یہ موقف مولانا صدر الوری قادری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ہے۔

چھٹا موقف: یہ ہے کہ سلسلہ وار بیع کا یہ معاملہ شرعاً نہ بیع مطلق ہے، نہ بیع سلم ہے اور نہ بیعِ استصناع، بلکہ یہ صرف ایک معاہدۂ بیع ہے۔ یہ موقف گیارہ علماے کرام کا ہے:

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ بلڈر کا اپنے خریدارِ اول سے عقد کرنا، عقدِ استصناع ہے کہ وہ "صانع" ہے اور اس کا خریدار "مستصنع" ہے، تو بلڈر کا اپنے خریدار سے عقد استصناع کرنا جائز ہے۔ رہ گئے باقی خریدار تو وہ نہ صانع ہیں، نہ مستصنع ہیں، کہ بنانے کا کام بلڈر کا ہے، اسی لیے وہ بلڈر کہلاتا ہے، تو خریدارِ اول اپنے مشتری سے، اور مشتریِ دوم تیسرے سے، اور تیسرا چوتھے سے صرف عقدِ بیع کا معاہدہ کرتا ہے، اور اس معاہدہ کی توثیق کے لیے پیشگی رقم دیتا ہے، فلیٹ پر قبضہ کے وقت بیع تعاطی ہوتی ہے، اور پیشگی ادا کردہ رقم زرِ ثمن میں محسوب ہو جاتی ہے۔ قبضہ سے پہلے بیع نہیں۔

(دیکھیے آخری صفحہ مقالہ مولانا محمد ناظم علی رضوی مصباحی)

مولانا عارف اللہ مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بیع چوں کہ حقیقتاً وعدہ ہے اور ایفاے وعدۂ محض پر کوئی جبر نہیں۔ اس لیے مشتریِ اول، مشتریِ ثانی کے اطمینان کے لیے بلڈر کے یہاں مشتریِ ثانی کا نام و پتہ درج کرا دیتا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں: "وہ دستاویز جو بطور مذکور لکھی جاتی ہیں نرا وعدہ ہی وعدہ ہوتی ہیں کہ اس شخص کو اس پر جبر کا اصلا اختیار نہیں ہوتا اگر وہ رس نہ دے تو یہ صرف اپنے روپے کا اس سے تقاضا کر سکتا ہے رس کا مطالبہ نہیں پہنچتا کہ وعدہ کی وفا پر قضاءً جبر نہیں کما نصوا علیہ قاطبة"۔

(فتاوی رضویہ ج ۷، ص ۲۴۲)

مولانا نصر اللہ رضوی صاحب فرماتے ہیں:

"یہاں مشتریِ اول کا فلیٹ بیچنا اور مشتریِ دوم کا اس کو خرید لینا فقط ایک رسمی گفتگو کا معاملہ ہے اسے بیع کا نام نہیں دیا جا سکتا، ہاں! مشتری اول نے ایک وعدہ کر لیا ہے جس کے بارے میں کہا جائے گا کہ قانونی بندشوں کی بنا پر وہ اسے پورا کرے گا۔"

ساتواں موقف: ناظمِ مجلس شرعی علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ہے جو خود انھیں کے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

❖ فلیٹوں کی مروجہ پہلی خرید وفروخت مذہبِ صاحبین رحمہما اللہ پر بیع استصناع ہے جو جائز ہے اور اب بوجہ حاجت و تعامل عام اسی پر علماے اہل سنت کا فتوی ہے۔

❖ بطور استصناع جو فلیٹ فروخت ہوا ہے اس کی سلسلہ وار بیع فی الواقع بیع نہیں، بلکہ "صُلح عن الحق بالعوض" ہے یعنی بامعاوضہ اپنی "ملکِ غیر لازم" سے دست برداری، یہی راجح ومختار ہے اور یہی مقاصدِ عاقدین، نیز ان کے کلام کے موافق۔

❖ یہ بھی گنجائش ہے کہ اسے ابتداءً وعدۂ بیع اور فلیٹ پر قبضہ کے وقت ایک جدید عقد "بیعِ تعاطی" مانیں مگر یہ عاقدین کے کلام اور مقصد سے ہٹ کر اپنی طرف سے ایک توجیہ ہوگی، جس سے فعل مسلم کی تصحیح تو نہ ہوگی مگر وہ فاسد عقد کے گناہ سے محفوظ رہے گا۔

❖ سلسلہ وار بیع کو بیع مطلق اور بیع استصناع سے بھی مشابہت ہے، بیع مطلق سے اس لیے کہ یہ روپے کے بدلے میں فلیٹ کی بیع ہے یعنی بیع العین بالدین اور اسی کا نام بیع مطلق ہے۔ اور استصناع سے اس لیے کہ عاقدین کا مقصود عنقریب تعمیر ہونے والے فلیٹ کا لین دین ہے اور اعتبار عقود میں معانی ومقاصد کا ہوتا ہے۔

مگر یہ دونوں احتمال مرجوح ہیں۔

(الف) کیوں کہ بیع مطلق کے انعقاد وصحت کے لیے مبیع کا مالِ موجود، مملوک، مقدور التسلیم اور متقوم ہونا ضروری ہے اور یہاں جب مبیع معدوم ہے تو چاروں ہی امور ناپید ہیں۔ ہاں! یہ حقیقت ہے کہ بیع استصناع کا مبیع شرعاً موجود و مملوک ومتقوم مانا جاتا ہے اور بیع مطلق کی صحت کے لیے تسلیم مبیع پر قدرتِ حکمیہ بھی کافی ہے مگر اس امر واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ استصناع کے مبیع کو خلاف قیاس بوجہ تعامل وحاجت موجود و مملوک مانا گیا ہے اور حاجت بقدر حاجت ہی معتبر ہوتی ہے اور جو امر خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے دائرے تک ہی محدود ہوتا ہے اس لیے استصناع کا مبیع عقدِ استصناع میں موجود و مملوک ہے، مگر بیع مطلق میں موجود و مملوک نہیں کہ یہاں نہ اس کی حاجت، نہ تعامل، نہ یہ استصناع کے دائرہ کار میں شامل۔

(ب) اور یہ سلسلۂ بیع، عقدِ استصناع اس لیے نہیں ہو سکتی کہ اس کے لیے "استصناع" یا اس کا ہم معنی لفظ ایجاب وقبول میں پایا جانا ضروری ہے، جو یہاں مفقود ہے، عقود میں مقصود وہ معتبر ہے جو لفظ سے مناسبت رکھے نہ وہ جو لفظ سے میل نہ کھائے، اسی لیے اس کی تعبیر فقہا "معنی" کے لفظ سے کرتے ہیں۔

جوابات سوال-۳

تیسرا سوال یہ تھا کہ فلیٹ تیار ہو چکا ہے لیکن ابھی متعین نہیں ہے کہ کون سا فلیٹ کس کا ہے، ایسے فلیٹ کی سلسلہ وار بیع کا حکم شرعی کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں علماے کرام چار طرح کے نظریات کے حامل ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ یہ نظریہ سات علماے کرام کا ہے:

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ فلیٹ اگرچہ تیار ہو چکا ہے، لیکن جب ابھی متعین نہیں کہ کون فلیٹ کس کا ہے تو اس صورت میں مبیع مجہول ہوا، اور بیع صحیح ہونے کے لیے مبیع کا معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

وَأَمَّا شَرَائِطُ الصِّحَّةِ فَأَنْوَاعٌ: وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَثَمَنُهُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ. فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مَجْهُولًا جَهَالَةً مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَسَدَ الْبَيْعُ. وَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا جَهَالَةً لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ لَا يَفْسُدُ.

(ج ۴ ص ۳۵۵، شروط صحة البيع)

بہار شریعت میں ہے:

ایک شخص نے دوسرے سے کہا جو میرا حصہ اس مکان میں ہے اسے میں نے تیرے ہاتھ بیع کیا اور بائع کو معلوم نہیں کہ کتنا حصہ ہے، مگر مشتری کو معلوم ہے تو بیع جائز ہے، اور اگر مشتری کو معلوم نہ ہو تو جائز نہیں، اگرچہ بائع کو معلوم ہو۔ عالم گیری۔ (بہار شریعت، ج ۱۱ ص ۹۳) (تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ مولانا صدر الوری صاحب، جواب ۳)

مولانا احمد رضا مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"ایسے فلیٹ کی بیع اول ہی جائز نہیں، للجهالة المفضية لى المنازعة۔ بیع در بیع تو دور کی بات۔ واللہ تعالیٰ علم۔"

مولانا نظام الدین مصباحی صاحب اس صورت میں بیع سلم کے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ "بیع سلم میں مُسلم فیہ پر قبضہ سے پہلے اس میں تصرف بیع وغیرہ جائز نہیں"۔

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ یہ بیع، جائز ہے، مگر اس نظریہ کے حاملین، جواز کی مختلف بنیادیں بتاتے ہیں جو اُن کے ناموں کے ساتھ درج ذیل ہیں:

❖ یہ بیع بالمشاع ہے کہ ہر خریدار جزءِ غیر معین کا مالک ہے اور سبھی خریدار اس میں شریک ہیں اور بیعِ مُشاع کو فتاوی رضویہ (ج ۷ ص ۵۸۸) میں بالاتفاق جائز قرار دیا۔ اور مشتری اول کا بائع بن کر دوسروں سے بیع کرنا، بیع قبل القبض ہے جو اس جایداد غیر منقولہ میں بلاشبہہ جائز، جس میں اندیشہ ہلاکت نہیں۔ (مفتی آل مصطفی مصباحی)

❖ جو فلیٹ تیار ہو چکا اس کی بیع جائز ہے کہ غیر متعین ہونا ایسی

جہالت نہیں جو افسادِ بیع میں مؤثر ہو، اور اس کی بیع در بیع بھی جائز ہے کیوں کہ عقار کی بیع، قبضہ سے پہلے بھی جائز ہے۔ (مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا معین الدین اشرفی، قاضی فضل رسول مصباحی، مولانا ابرار احمد اعظمی)

مولانا محمد انور نظامی مصباحی صاحب بھی مذکورہ بالا بنیاد پر تیار شدہ فلیٹ کی بیع کو جائز کہتے ہیں، مگر وہ اس کے جائز ہونے کے لیے تعامل کو شرط قرار دیتے ہیں۔

❖ یہ بیع، بیعِ استصناع ہے اور جائز ہے۔ (مفتی ابرار احمد امجدی)

تیسرا نظریہ: یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صورت کی طرح اس صورت میں بھی بیع نہیں، بلکہ وعدۂ بیع ہے، اور فلیٹ پر قبضہ کے وقت بطورِ تعاطی بیع ہو جائے گی۔ یہ نظریہ چھ حضرات کا ہے:

لیکن ان حضرات میں سے قاضی فضل احمد مصباحی صاحب اس میں کچھ تفصیل کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جب خریدار کا حصہ متعین نہیں تو اس کے حق میں مبیع اب بھی معدوم ہے، لہٰذا اس کی بیع استصناع ہی کہلائے گی، بیعِ اوّل فی الحال جائز، اور بیعِ ثانی اور بیعِ ثالث وغیرہ بعدِ قبضۂ مبیع بطورِ تعاطی جائز ہوگی۔

چوتھا نظریہ: یہ ہے کہ یہ بیع اصل مذہب کے اعتبار سے فاسد اور ناجائز ہے، لیکن درج ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک کو اپنا کر اس کا فساد ختم کیا جا سکتا ہے:

① بائع مجلسِ عقد ہی میں اپنا فلیٹ متعین کر دے۔ ② اس عقدِ فاسد کو ترک کر کے بعدِ مجلسِ عقد ایک متعین فلیٹ خریدار کو دے دے، اور خریدار اس پر قبضہ کر لے۔

یہ نظریہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، مولانا نصر اللہ رضوی اور مولانا عارف اللہ مصباحی صاحبان کا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"فلیٹ تیار ہو لیکن ابھی معلوم نہ ہو کہ کون سا فلیٹ کس کا ہے تو اصل مذہب میں بیع ناجائز و فاسد ہے کہ مبیع مشاع نہ ہو، تو اس کا معلوم ہونا شرائطِ صحتِ عقد سے ہے، ہاں! یہ عقد یوں صحیح ہو سکتا ہے کہ مجلس عقد میں اپنا فلیٹ متعین کر کے بتا دے، یا عقدِ فاسد کو ترک کر کے فلیٹ پر قبضہ دے دے، یہ حل خالص فقہی تصریحات پر مبنی ہیں۔

مجوزہ فلیٹ کے خریدار، دو طرح کے ہیں: کچھ بیچنے والے، کچھ رہنے والے۔ بیچنے والے عموماً منزل اور سمت متعین نہیں کرتے، نہ انھیں اس کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ہی یہ جہالت ان کے لیے باعث نزاع ہوتی ہے، ان کا مقصد بس یہ ہوتا ہے کہ جتنے فلیٹ انھوں نے خریدے اتنے فلیٹ انھیں مل جائیں، خواہ وہ جس منزل پہ ہوں اور جس سمت میں ہوں۔

ہاں! جو لوگ رہنے کے لیے خریدتے ہیں وہ عموماً فلیٹ کی منزل، سمت سب کچھ طے کر لیتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو طے نہیں کرتے انھیں حکم ہے کہ اپنے فلیٹ کی منزل و سمت سب کچھ طے کر کے خریداری کریں، یا پھر درج بالا حل پر عمل کریں۔

(مقالہ مفتی محمد نظام الدین صاحب، آخری صفحہ)

مولانا محمد محسن رضا ہادی اور مولانا محمد شبیر عالم مصباحی صاحب پہلی بیع کو بیعِ استصناع مانتے ہوئے بعد کی بیعوں کو اس لیے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ یہ مبیع کے مستصنع کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہو رہی ہیں۔ مگر بعد میں یہ صراحت کرتے ہیں کہ "مروّجہ بیع در بیع کو عقد تام کے بجائے وعدۂ بیع پر محمول کرنے کی گنجائش ہو تو جائز ہے"۔

جوابات سوال-۴

چوتھا سوال یہ تھا کہ فلیٹ تیار ہو چکا ہے، بلڈر نے خریدار کے نام متعین بھی کر دیا ہے، لیکن ابھی قبضہ نہیں دلایا تو اس طرح کے فلیٹ کو خریدار دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات تین طرح کی رائیں رکھتے ہیں جو یہ ہیں:

پہلی رائے: اس صورت میں بھی درحقیقت بیع نہیں، بلکہ وعدۂ بیع ہے، فلیٹ کی تیاری کے بعد قبضہ کے وقت بطور تعاطی بیع ہوگی، اس لیے یہ جائز و درست ہے۔ یہ رائے پانچ علمائے کرام کی ہے۔

دوسری رائے: یہ بیع فاسد اور ناجائز ہے۔ یہ رائے سات اہل علم کی ہے:

مولانا احمد رضا مصباحی صاحب نے ناجائز ہونے کی یہ وجہ بتائی کہ بیع کے صحیح اور جائز ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بائع، مبیع کو مشتری کے حوالے کرنے کی قدرت رکھتا ہو، یہاں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس پر قادر نہیں۔

مولانا شبیر احمد مصباحی صاحب اس کے ناجائز ہونے کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"فلیٹ تیار ہو جانے کے بعد اگرچہ جایداد غیر منقولہ سے ہے

جس کی بیع کے لیے قبضہ کی ضرورت نہیں بلکہ مشتری کے لیے عقد بیع سے مبیع کی تعیین ہی کافی ہے اور یہاں صانع کی طرف سے تعیین پائی جا رہی ہے تو یہاں بھی قبضہ سے پہلے مستصنع کا بیع کرنا صحیح ہونا چاہیے، مگر ایسا نہیں، اور وہ اس لیے کہ مبیع کی تعیین سے مراد عقد بیع سے تعیین ہونا ہے اور مستصنع کے لیے فلیٹ کی تعیین عقد بیع سے نہیں، بلکہ من جانب صانع ہے جس کی روشن دلیل اس تعیین کے بعد صانع کے غیر مستصنع کے ہاتھ کیے ہوئے عقد کا صحیح ہونا ہے، جیسا کہ بہار شریعت کے حوالے سے گزرا"۔ (مقالہ مولانا شبیر احمد مصباحی، آخری صفحہ)

مولانا صدری الوریٰ مصباحی صاحب قبضہ سے پہلے جایدادِ غیر منقولہ کی بیع کو جائز و درست ماننے کے بعد بحر الرائق (ج ۶ ص ۱۲۶) کے ایک جزئیہ کی روشنی میں یہ کہتے ہیں کہ یہ جواز کا حکم مطلق نہیں، بلکہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس میں ہلاک اور برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو قبل قبضہ منقولات ہی کی طرح اس کی بھی بیع جائز نہیں، پھر وہ بہار شریعت (حصہ یازدہم، ص ۱۲۵-۱۲۶) اور ہدایہ، جلد ثالث، باب البیع الفاسد کی عبارتیں پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: "ان تصریحات سے یہ مستفاد ہوا ہے کہ عمارت باقی رہنے والی جایداد نہیں ہے، اس کے ضائع ہونے کا بہر حال اندیشہ رہتا ہے تو اس کا حکم غیر منقول جائداد کا نہ ہو گا، بلکہ اس پر منقولات کا ہی حکم جاری ہو گا کہ قبضہ سے پہلے اس کی بیع جائز نہ ہو گی"۔

پھر مولانا موصوف نے اس کے جواز کی ایک صورت بتائی ہے اور بدائع الصنائع کے ایک جزئیہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ مولانا صدر الوریٰ مصباحی، جواب ۴)

تیسری رائے: یہ ہے کہ یہ بیع جائز اور درست ہے، کیوں کہ فلیٹ جایدادِ غیر منقولہ میں سے ہے اور غیر منقول اشیا کی بیع قبضہ سے پہلے بھی جائز ہے۔ یہ رائے بقیہ تمام علمائے کرام کی ہے۔ لیکن مولانا انور نظامی صاحب اس صورت میں بھی بیع کے جائز ہونے کے لیے "تعامل" کو شرط قرار دیتے ہیں اور مفتی آلِ مصطفی مصباحی صاحب یہ صراحت کرتے ہیں:

"اس طرح کے فلیٹ کو لینے والا دوسرے غیر بائع کے ہاتھ صرف اسی صورت میں بیع کر سکتا ہے جب کہ اُسے قانونی طور پر بھی اس فلیٹ پر حق تصرف حاصل ہو جاتا ہو۔ یعنی لینے والے کا نام متعین کر دینے سے وہ قانوناً اس کا مالک مان لیا جاتا ہو۔ اس طرح کہ اگر بلڈر اور خریدار میں تنازع ہو جائے اور مقدمہ کی نوبت آ پہنچے تو ان کاغذات کی شہادت کی بنا پر جس میں اس کا نام، پتا، فلیٹ نمبر وغیرہ درج ہے وہ مقدمہ میں ڈگری پانے کا مستحق ہو جاتا ہو۔ تو یہ بھی حکماً قبضہ ہے۔" (مقالہ مفتی آل مصطفی مصباحی، جواب ۴)

جوابات سوال-۵

پانچواں اور آخری سوال یہ تھا کہ "مشتری اس طرح کے فلیٹ کی بیع پر جو نفع حاصل کرے گا وہ نفع اس کے حق میں جائز ہو گا، یا ناجائز؟"

اس سوال کے تعلق سے مندوبین کرام کے جوابات تین طرح کے ہیں:

پہلا موقف: یہ ہے کہ سبھی صورتوں میں حاصل ہونے والا نفع جائز ہے۔ یہ موقف چھ اہل علم کا ہے:

مفتی بدر عالم مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

یہ نفع سب کے حق میں مباح ہے، اور اس سلسلے میں کی جانے والی تگ و دو کا حق المحنت ہے۔

مولانا نظام الدین علیمی مصباحی کا کہنا یہ ہے کہ:

"چوں کہ مذکورہ بالا تمام صورتیں ناجائز ہیں، لہٰذا ان کی بیع، بیعِ فاسد ہوئی، اور بیعِ فاسد واجب الفسخ ہے، لیکن اگر مشتریِ ثانی نے اس کو فسخ نہ کر کے مشتریِ ثالث سے بیچ ڈالا، اور اس میں نفع کمایا تو یہ نفع اس کے حق میں طیب ہونا چاہیے، کیوں کہ فلیٹ متعین نہیں ہے، بلکہ واجب فی الذمہ ہے"۔ انھوں نے اپنے اس موقف پر ہدایہ کی درج ذیل عبارت سے استدلال کیا ہے:

"وَمَنِ اشْتَرٰی جَارِیَةً بَیْعًا فَاسِدًا وَتَقَابَضَا فَبَاعَهَا وَرَبِحَ فِیْهَا تَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ وَیَطِیْبُ لِلْبَائِعِ مَا رَبِحَ فِی الثَّمَنِ. وَالْفَرْقُ أَنَّ الْجَارِیَةَ مِمَّا یَتَعَیَّنُ فَیَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِهَا فَیَتَمَکَّنُ الْخُبْثُ فِی الرِّبْحِ. وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِیْرُ لَا یَتَعَیَّنَانِ عَلَی الْعُقُوْدِ فَلَمْ یَتَعَلَّقِ الْعَقْدُ الثَّانِیْ بِعَیْنِهَا فَلَمْ یَتَمَکَّنِ الْخُبْثُ فَلَا یَجِبُ التَّصَدُّقُ کَذٰلِکَ إِذَا ادَّعٰی عَلٰی آخَرَ مَالًا فَقَضَاهُ إِیَّاهُ. ثُمَّ تَصَادَقَا أَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ عَلَیْهِ شَیْءٌ وَقَدْ رَبِحَ الْمُدَّعِیْ فِی الدَّرَاهِمِ یَطِیْبُ لَهُ الرِّبْحُ؛ لِأَنَّ الْخُبْثَ لِفَسَادِ الْمِلْکِ هٰهُنَا؛ لِأَنَّ الدَّیْنَ وَجَبَ بِالتَّسْمِیَةِ ثُمَّ اسْتُحِقَّ بِالتَّصَادُقِ...... وَبَدَلُ الْمُسْتَحَقِّ مَمْلُوْکٌ فَلَا یَعْمَلُ فِیْمَا لَا

یتعیّن۔ (ہدایہ ج ۳، فصل فی حکام البیع الفاسد)

قاضی فضل احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"اس طرح کی بیع، استصناعاً اور تعاطی کے طور پر منعقد ہوتی ہے اس لیے اس پر نفع لینا جائز ہوگا"۔

مولانا محمد ناظم علی مصباحی صاحب کا نظریہ، یہ ہے کہ "جب یہ معاملہ جائز ہے تو خریدار کا نفع پر بیچنا بھی جائز ہے اور نفع طیب و حلال ہے کہ شرع نے استصناع اور معاہدۂ بیع و بیع تعاطی کو جائز فرمایا ہے۔"

دوسرا موقف: یہ ہے کہ یہ نفع ناجائز ہے۔ یہ موقف سات علماے کرام کا ہے:

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ جب بیع کی یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں تو ان سے حاصل ہونے والا نفع بھی ناجائز ہوگا۔

تیسرا موقف: اس موقف کے حامل علماے کرام کے یہاں نفع کے بارے میں تفصیل ہے کہ بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز۔ ذیل میں ان کے موقف کی وضاحت ان کے ناموں کے ساتھ پیش خدمت ہے:

❖ پہلی اور دوسری صورت میں یہ نفع نہیں بلکہ فلیٹ کی اصل قیمت کا حصّہ ہے، اس لیے جائز ہے۔ تیسری صورت میں تصحیح عقد سے پہلے یہ نفع ناجائز ہے، کیوں کہ بیع فاسد کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، اور تصحیح عقد کی کوئی بھی صورت اپنانے کے بعد یہ جائز ہے، جب کہ چوتھی صورت میں نفع مطلقاً جائز اور درست ہے۔ (مولانا نصر اللہ رضوی و مولانا محمد عارف اللہ مصباحی)

❖ پہلی اور دوسری صورت میں نفع ناجائز ہے، الّا یہ کہ اپنے کسی عمل یا معمولی چیز کے بدلے زائد رقم لے، اور تیسری اور چوتھی صورت میں نفع مباح اور جائز ہے۔ (مولانا محمد انور نظامی مصباحی)

❖ پہلی اور دوسری صورت میں مسلم کے ہاتھ بیع کرنے کی صورت میں نفع ناجائز ہے اور کافر حربی سے بیع کی صورت میں جائز ہے۔ جب کہ تیسری اور چوتھی صورت میں بر تقدیر جوازِ بیع، نفع جائز و مباح ہے۔ (مولانا ابرار احمد اعظمی)

❖ پہلی اور دوسری صورت میں نفع خبیث ہے کہ معصیت سے حاصل ہوا، اور تیسری اور چوتھی صورت میں حلال و طیب ہے۔ کیوں کہ وہ جائز عقود سے حاصل ہوا ہے۔

(مولانا محمد معین الدین اشرفی مصباحی)

❖ بیع باطل اور بیعِ فاسد کی صورت میں نفع ناجائز ہے اور صدقہ کرنا واجب ہے۔ (مولانا محمد رفیق عالم مصباحی)

❖ بیع صحیح کی صورت میں نفع حلال ہے اور بیع باطل کی صورت میں مسلم، ذمّی اور مستامن سے نفع لینا ناجائز، اور حربی سے بلا غدر و بد عہدی جائز ہے، اور بیعِ فاسد کی صورت میں بعدِ قبضہ نفع حلال و جائز، اور قبلِ قبضہ ناجائز ہے۔ (مفتی آل مصطفی مصباحی)

❖ اگر ان تمام صورتوں کو بیع قرار دیں تو چوں کہ یہ ساری بیعیں فاسد ہیں، اس لیے نفع مباح نہیں، لیکن اگر وعدۂ بیع مانا جائے اور قبضہ ملنے کے بعد بیع حقیقی ہو (جیسا کہ یہی ظاہر ہے) تو ان تمام صورتوں میں نفع جائز ہے۔ (مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی)

❖ بہ ہر صورت فلیٹوں کی بیع پر مشتریِ اول کو جو نفع حاصل ہوگا وہ مسلم کے ساتھ عقد بیع ہونے کی صورت میں ناجائز ہوگا اور غیر مسلم کے ساتھ بیع کی صورت میں جائز ہوگا۔ (مولانا محمد سلیمان مصباحی)

❖ سلسلہ وار بیع کا معاملہ صُلح عن الحق ہو، یا بیع تعاطی تو پہلے والے دام سے کم و بیش لینا جائز ہے، اور بیع فاسد ہو تو زیادہ لینا ناجائز ہے، فاضل دام کو صدقہ کر دے۔ اور اگر فرمائشی خریدار اپنا فلیٹ خود اپنے بلڈر (بائع) کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع نہیں، بلکہ فسخ بیع ہے، اور فسخ بیع صرف ثمن اول ہی پر ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ (مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی)

ان کے علاوہ بقیہ مقالہ نگاروں نے اس سوال کا صراحتاً کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔

یہ ہے مقالات کا خلاصہ، اور مختلف آرا و نظریات کا ایک جائزہ۔ اب اس کی روشنی میں درج ذیل گوشے تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں:

تنقیح طلب گوشے:

① سوال نامے میں مذکور چاروں صورتیں بیع ہیں، یا وعدۂ بیع، یا ان سب میں دونوں کا احتمال ہے، یا بعض صورتیں بیع کی ہیں، اور بعض وعدۂ بیع کی، اور بہ ہر صورت اس کی دلیل کیا ہے؟

② اگر یہ بیع ہیں تو بیع کی کس قسم میں داخل ہیں: بیع سلم، بیع استصناع، بیع مطلق، یا کچھ اور؟

③ ان سلسلہ وار عقود کے ذریعہ حاصل ہونے والی زائد رقم کی شرعی حیثیت اور حکم کیا ہے۔؟

غیر رسم عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت

صدر الوریٰ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"مجلس شرعی" جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سولہویں فقہی سیمینار میں بحث و تحقیق اور جدید مسائل کے حل کے لیے سات عناوین کا انتخاب ہوا جن میں ایک عنوان ہے "غیر رسم عربی میں قرآن حکیم کی کتابت" — اس عنوان پر ملک کے مختلف مفتیانِ کرام و اصحابِ قلم نے قیمتی مقالات تحریر کیے، جن کی تعداد کل انیتس ہے، جب کہ مقالات ننانوے صفحات پر مشتمل ہیں۔ بعض مقالے مفصل، بعض مختصر اور بعض متوسط ہیں۔

سوال نامہ میں پہلے سات لغات عرب میں قرآن حکیم کے نزول، پھر خاص لغت قریش پر رسم عثمانی میں جمع و ترتیب اور دیگر لغاتِ عرب میں تلاوت و کتابت کے نسخ پر اجماعِ صحابہ ذکر کیا گیا، پھر قوم مسلم کے زوال و انحطاط اور مسلمانوں کی عربی زبان سے بے اعتنائی اور ناشرین کتب کی موقع شناسی اور ان کے اہتمام اور طباعتی اقدام اور اس اقدام میں قرآن حکیم کی لسانی خصوصیات و تاثیرات کا فقدان واضح کرنے کے بعد مرتب سوال حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ صدرِ شعبۂ افتا و ناظم مجلس شرعی نے حضرات اربابِ افتا و اصحابِ تحقیق سے دو سوالات کیے جو درج ذیل ہیں:

① عوام الناس کی عربی سے ناآشنائی اور علم القرآن کی ضرورت کے پیش نظر کیا شرعاً اس بات کی گنجائش ہے کہ متن قرآن کو ہندی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ نامانوس زبانوں میں منتقل کر کے شائع کرنے کی اجازت دی جائے؟

② عربی حروف کے مخارج و صفات کی تعیین کے لیے اگر ہندی وغیرہ میں کچھ علامتیں خاص کر لی جائیں جن کے باعث ممکن حد تک قراءت کی غلطیوں سے بچا جا سکے تو کیا خاص اس صورت میں اجازت ہو سکتی ہے؟

جوابات سوال ①

پہلے سوال کے جواب میں دو موقف سامنے آئے۔

پہلا موقف — یہ ہے کہ علوم قرآن کی ضرورت کے پیش نظر اس شرط کے ساتھ کہ نظم قرآن کے حروف و صفات اور مخارج نظم عربی متمیز ہو جائیں، غیر رسم عربی جیسے ہندی، گجراتی وغیرہ رسم الخط میں قرآن حکیم کی کتابت جائز و درست ہے۔ یہ موقف مولانا معین الدین مصباحی استاذ دار العلوم بہار شاہ فیض آباد کا ہے۔ بلکہ الفاظ بھی ان ہی کے ہیں۔ تاہم موصوف اپنے موقف میں تنہا نہیں ہیں۔ حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی مصباحی استاذ ضیاء العلوم خیر آباد بھی اسی قسم کا نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"علم القرآن کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے کتابت قرآن میں رسم عربی کا لحاظ واجب ہونے کے باوجود تعلیم و افادہ کی خاطر غیر رسم عربی مثلاً ہندی و گجراتی میں بھی کتابت قرآن کی اجازت ہونی چاہیے اور وہ مجازاً قرآن کے نام سے موسوم ہوگا، کیوں کہ قرآن کی تعریف: "المنزل علی الرسول ﷺ المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلا متواترا بلا شبهة." ہے۔"

مقدم الذکر مقالہ نگار نے اپنے موقف پر عاجز کے لیے بزبانِ فارسی جواز قراءت سے استدلال کیا اور ثبوت کے طور پر درج ذیل جزئیات و عبارات کو نقل کیا

❖ در مختار میں ہے:

"أو قرأ بها عاجزا فجائز اجماعا." (ج:۲، ص:۱۸٤)

❖ "قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل إن قصة تفسد وإن ذكر ألا." (ج:۳، ص:۱۸۵)

❖ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

"قراءت (نماز میں) فرض ہے اور وہ خالص عربی ہے، غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماوراء میں گنہ گاری ہے۔ ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے۔" (ج:۳، ص:۱۱۹)

❖ الاتقان میں ہے:

"وعن أبي حنيفة أنه يجوز مطلقا وعن أبي يوسف ومحمد لمن لا يحسن العربية."

❖ بدائع الصنائع میں ہے:

"ثم الجواز يثبت بالقراءة بالفارسية عند أبي حنيفة سواء

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

كان يحسن العربية أولا وقال أبو يوسف ومحمد إن كان يحسن لا يجوز وإن كان لا يحسن يجوز. "

ان جزئیات کو نقل کرنے کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں:

"مندرجہ فقہی جزئیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب نماز کے اندر بربنائے ضرورت عجمی زبان میں قراءت فرض کی اجازت ہے تو بربنائے ضرورت قرآن کے نظم ومعنیٰ کو باقی رکھتے ہوئے عجمی زبان میں قرآن کے نقوش ورسم الخط کو تبدیل کرنے کی ضرور اجازت ہوگی۔"

ایک شبہہ کے جواب میں بدائع الصنائع سے عبارت بھی نقل کی ہے:

"إن كون العربية قرآنا لا ينفي أن يكون غيرها قرآنا وليس في الآية نفيه وهذا لأن العربية سميت قرآنا لكونها دليلا على ما هو القرآن وهي الصفة التي هي حقيقة الكلام — ومعنى الدلالة يوجد في الفارسية فجاز تسميتها قرآنا دل عليه قوله تعالى ولو جعلناه قرآنا عجميا. أخبر سبحانه تعالى أنه لو عبر عنه بلسان العجم كان قرآنا. "
(ج:۱، ص:۲۹۸)

مولانا عبد الغفار اعظمی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں:

"محققین کی رائے میں ترتیب سور بھی توقیفی اور تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے، اس کے باوجود بچوں کی آسانی کے لیے پارۂ عم خلافِ ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة وإنما جوز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم. "

دوسرا موقف — یہ ہے کہ عربی رسم الخط اور وہ بھی خاص رسم عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت واجب ہے، اس سے انحراف کرکے کسی بھی زبان بلکہ خود عربی زبان کے بھی کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن حکیم کو لکھنا ناجائز و گناہ ہے۔ ہندی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ نامانوس زبانوں میں منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ موقف باقی تمام علمائے کرام کا ہے۔ اس موقف پر اجمالی طور سے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا گیا ہے:

(الف):— رسم قرآنی وخط عثمانی توقیفی ہے، قیاسی نہیں۔

(ب):— یہ رسم اسرار الٰہیہ ومقاصد نبویہ پر مبنی ہے جو دوسرے خط میں نہیں پائے جاتے۔

(ج):— یہ خلفائے راشدین کا طریقہ ہے اور بحکم حدیث خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ کو اپنانا ضروری ہے۔

(د):— ائمۂ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

(ہ):— اس پر اجماعِ امت قائم ہے۔

تفصیلی طور پر درج ذیل عبارات وشواہد پیش کیے گئے ہیں:

❖ امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"قال اشهب: سئل مالك رحمه الله: هل تكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال لا إلى على الكتبة الاولى رواه أبو عمر والداني في المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة. "

❖ وقال الإمام أحمد رحمه الله: تحرم مخالفة خط مصحف عثمان في ياء أو واو أو ألف أو غير ذلك.

قلت: وكان هذا في الصدر الأول والعلم حي غض، وأما الأن فقد يخشى الإلباس، ولهذا قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام: لاتجوز كتابة المصحف الآن على الرسول الأولى باصطلاح الأيمة، لئلا يوقع في تغيير من الجهال، .... وقد قال البيهقي في شعب الإيمان: من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على حروف الهجاء التي كتبوا بها تلك المصاحف ولا يخالفهم فيها ولا يغير مما كتبوه شيئا. فإنهم أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منا. فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم وروى بسنده عن زيد قال: القراءة سنة. قال سليمان بن داود الهاشمي: يعني ألا تخالف الناس برأيك في الاتباع. قال: وبمعناه بلغني عن أبي عبيد في تفسير ذلك وترى القراء لم يلتفتوا إلى مذهب العربية في القراءة إذا خالف ذلك خط المصحف، واتباع حروف المصاحف عندنا كالسنن القائمة التي لا يجوز لأحد أن يتعداها. "

❖ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن حکیم کی کتابت کے تعلق سے امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هل يجوز كتابة القرآن بقلم غير العربي؟ هذا مما لم أر للعلماء فيه كلاما ويحتمل الجواز لأنه قد يحسنه من يقرأه بالعربية والأقرب المنع كما تحرم قراءته بغير لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانين والعرب بقلما تعرف قلما غير العربي قال تعالى: بلسان عربي مبين. " (البرهان في علوم القرآن، ج:۱، ص:۳۷۹، ۳۸۰)

شیخ احمد بن مبارک سلجماسی مالکی علیہ الرحمہ اپنا سوال اور اپنے شیخ سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمہ کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلت: فهل رسم القرآن على الصفة المذكورة صادر من النبي صلى الله عليه وسلم أو من سادا تنا الصحابة رضي الله عنهم؟ فقال رضي الله عنه: هو صادر منه صلى الله عليه وسلم، وهو الذي أمر الكتاب من الصحابة رضي الله عنهم أن يكتبوه على الهيئة المذكورة. فما زادوا ولا نقصوا — رضي الله عنهم — على ما سمعوا من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. (الإبريز، ص:۸۵)

آگے اسی کتاب میں ہے:

"فثبت أن الرسم توقيفي لا اصطلاحي وأن النبي صلى الله عليه وسلم هو الآمر بكتابته على الهيئة المعروفة. " (مصدر سابق، ص:۸۹)

مولانا ناصر حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اس موضوع پر بڑا مبسوط اور معلومات افزا مقالہ تحریر کیا جو باریک کمپوز شدہ خط سے فل اسکیپ سائز کے سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ موصوف نے رسم عثمانی ہی میں قرآن حکیم کی کتابت کے وجوب اور دوسری زبان ہندی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ میں مصحف شریف کی منتقلی کا عدم جواز بڑے واضح اور مدلل انداز میں بیان کیا۔ چناں چہ اپنے مقالے کو سات فصلوں میں تقسیم کیا ہے، جس کا اجمالی بیان یہ ہے:

پہلی فصل: کتاب، سنت اور اجماع سے استدلال۔ دوسری فصل: صحابۂ کرام کے اقوال و آثار سے استدلال۔ تیسری فصل: محدثین وفقہا کے اقوال سے استدلال، چوتھی فصل: ائمۂ اربعہ کے اقوال سے استدلال، پانچویں فصل: عقلی دلائل سے استدلال، چھٹی فصل: اشکالات اور ان کا حل، ساتویں فصل: بیرون ہند کے شرعی ادارے، دار القضا، دار الافتا وغیرہ سے شائع ہونے والے فتاوے۔

عدم جواز پر اوپر جو عبارات وشواہد پیش کیے گئے وہ اور ان کے علاوہ مزید دلائل مقالے میں درج ہیں، جیسا کہ تراجم فصول سے ظاہر ہے۔

ہمارے بعض مقالہ نگاروں نے ہندی انگریزی وغیرہ نامانوس زبانوں میں قرآن حکیم کی طباعت واشاعت کے بہت سے مفاسد بھی شمار کیے، پھر لکھا: "درء المفاسد أهم من جلب النفع. " دیکھیے مقالات مولانا محمد رفیق عالم مصباحی، استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف، و مولانا شبیر احمد مصباحی استاذ سراج العلوم برگدہی۔

بعض مقالوں میں فتح القدیر، کفایہ، اعانۃ الطالبین علی فتح المعین کے درج ذیل جزئیات بھی ہیں:

اس کے ساتھ حضرت شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے ایک فتویٰ کا اقتباس بھی ذکر کیا گیا ہے، جو اس طرح ہے:

"قرآن مجید اسی رسم الخط میں لکھنا فرض ہے، جس میں لکھا ہوا ہے، رسم الخط بدلنا حرام ہے۔"

جواباتِ سوال ②

دوسرے سوال کے جواب میں دو نظریات سامنے آئے:

پہلا نظریہ:— یہ ہے کہ عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے اگر ہندی وغیرہ میں کچھ علامتیں خاص کرلی جائیں جن کے باعث ممکن حد تک قراءت کی غلطیوں سے بچا جاسکے اور صحیح ادائگی ممکن حد تک ہوسکے تو اس خاص صورت میں غیر رسم عربی مثلاً ہندی وغیرہ میں قرآن حکیم کی کتابت وطباعت جائز ودرست ہے۔ یہ موقف پانچ علمائے کرام کا ہے۔

اس موقف کے اثبات کے لیے بعض حضرات نے وہ عبارات و جزئیات ذکر کیے جو سوال نمبر (۱) کے جواب میں اسی کے لیے فارسی زبان میں جواز قراءت کے تعلق سے گزرے۔ بعض اہل علم نے تعلیمی ضرورت کے لیے ترتیبِ قرآنی کے خلاف عم پارہ کی طباعت واشاعت سے استدلال کیا، پھر اسی کو بنیاد بنا کر لکھتے ہیں:

"اس سوال کے تعلق سے اتنا عرض کرنا ہے کہ جب علمِ قرآن کی ضرورت کی وجہ سے ہندی وغیرہ زبانوں میں قرآن کو منتقل کرکے شائع کرنے کی اجازت ہوجائے گی تو لامحالہ یہ ضروری ہوجائے گا کہ عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے ہندی وغیرہ زبانوں میں کچھ علامتیں خاص کرلی جائیں۔"

مولانا محمد مسیح احمد مصباحی اور مولانا عبد السلام مصباحی نے تفسیر روح البیان ۱۲/۲۳ کی درج ذیل عبارت کو اپنا اپنا مستدل بہ قرار دیا:

"وفي النهاية والدراية أن أهل فارس كتبوا إلى سلمان الفارسي أن يكتب لهم الفاتحة بالفارسية فكتب فكانوا يقرؤن ما كتب في الصلاة حتى لانت ألسنتهم، وقد عرض ذلك على النبي عليه الصلاة والسلام ولم ينكر عليه. "

دوسرا نظریہ:— یہ ہے کہ عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے اولاً ہندی وغیرہ میں کچھ علامتیں خاص کرنا بہت دشوار ہے، اور اگر کچھ علامتیں مقرر کرلی جائیں تو بھی صحیح ادائگی کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت ناممکن ہے، ہندی رسم الخط میں لکھے جانے کے بعد صحیح تلاوت وہی کرسکتا ہے جو عربی حروف کے مخارج وصفات سے آشنا اور ان کی ادائگی پر

قادر ہو۔ اور اگر سب کچھ ہو بھی جائے تو بھی ہندی وغیرہ کسی بھی اجنبی زبان میں مصحف شریف کی کتابت کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ رسم عثمانی توقیفی ہے، اس پر اجماعِ صحابہ ہے، اس کی مخالفت ناجائز و گناہ ہے اور جب رسم عثمانی چھوڑ کر خود عربی زبان کے کسی دوسرے خط میں قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں تو ہندی وغیرہ اجنبی زبانوں میں اس کی اجازت بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتی۔ یہ نقطۂ نظر باقی تمام مقالہ نگاروں کا ہے۔ حضرت مولانا نصر اللہ رضوی استاذ فیض العلوم محمد آباد، بڑے اچھوتے انداز میں اپنے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عربی حروف کے مخارج وصفات کی تعیین کے لیے اگر ہندی وغیرہ میں کچھ علامتیں خاص کرلی جائیں" کا مطلب یہ ہوگا عربی کے ۲۸ر حروفِ تہجی کے برابر ان زبانوں میں بھی حروف بنائے جائیں اور ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے امتیازات قائم کیے جائیں، علامتیں لگائی جائیں، شکلیں وضع کی جائیں اور ان پر بیش بہا کتابیں لکھی جائیں، پھر ان کے جانکار قاری پیدا کیے جائیں، ان کے ذریعہ پھر لوگوں کو تعلیم دی جائے، تلفظ ادائیگی کی مشق کرائی جائے، صفات کی تعلیم دی جائے تو اس طول عمل میں خود کافی دقتیں پیش آئیں گی اور یہ ایک نئی زبان کا وضع کرنا ہو گا، جس کے جانکار اور ماہرین پیدا کرنے میں عرصہ لگ جائے گا، نتیجہ خواہ کچھ بھی نکلے تو اس نئی زبان کی تعلیم سے بہتر تو یہی ہو گا کہ عربی کے اٹھائیس حروفِ تہجی کی تعلیم دے دی جائے اور مخارج وصفات کا اہتمام تو وہ عربی زبان کی خصوصیات سے ہے۔ اور جب مذکورہ ساری دقتیں جھیل کر اس نئی زبان کو تمام مراحل سے گزار بھی دیا جائے تو ان رسوم قرآن کا کیا ہو گا جو صرف زبانِ عربی ہی کے ساتھ خاص ہیں اور ان میں قیاس کو کچھ دخل بھی نہیں ہے، سب کچھ سماع پر موقوف ہے اور رسم مصحفِ عثمانی پر اجماع قائم ہو چکا ہے، اس میں تبدیلی کرنا خرقِ اجماع ہو گا۔ لہٰذا متن قرآن مجید کو کسی بھی اجنبی زبان میں تبدیل کرنا قطعاً جائز نہ ہو گا۔ عہدِ صحابہ اور اس کے بعد پوری دنیا میں اسلام پھیلا، مگر کبھی اس کی ضرورت محسوس نہ کی گئی، حالاں کہ صحابہ اور تابعین کو نہ جانے دوسری کتنی زبانوں سے سابقہ پڑا مگر قرآن جوں کا توں رہا اور رشد وہدایت کے جوہر لٹاتا رہا۔ قرآن کریم ہمارا دینی سرمایہ ہونے کے ساتھ زبانِ عربی کا بھی کفیل ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ زبانِ عربی کو عام کرنے کی تدبیریں کی جاتیں اور اس عالمی زبان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جاتا تاکہ ہمارے دین کا جو بیش بہا سرمایہ فقہ وحدیث، تفسیر اور دیگر علومِ دینیہ زبانِ عربی میں ہیں، وہ رائیگاں نہ جائیں، تو اس کے بجائے الٹے متن قرآن کو تبدیل کرنے کی ٹھان لی گئی۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد.

جواز کے قائلین میں بعض حضرات نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے استدلال کیا جو انھوں نے اہل فارس کی طلب پر فارسی زبان میں سورۂ فاتحہ لکھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی انکار نہ فرمایا۔ اس کے جواب کے طور پر حضرت مولانا ابرار احمد اعظمی استاذ دار العلوم ندائے حق جلال پور نے اعانۃ الطالبین علیٰ فتح المعین ۱/۶ کی درج ذیل عبارت مجوزین کو نذر کی:

"واما ما نقل عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن قوما من الفرس سألوہ أن یکتب لھم شیئا من القرآن فکتب لھم فاتحۃ الکتاب بالفارسیۃ. فأجاب عنہ أصحابنا بأنہ کتب تفسیر الفاتحۃ لاحقیقتھا."

مناہل العرفان ص: ۱۱۴ پر ہے: "روی أن أھل فارس کتبوا إلی سلمان أن یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکتب لھم بسم اللہ الرحمن الرحیم. بنام یزدان بخشایندہ فکانوا یقرؤن ذلک فی الصلاۃ حتی لانت ألسنتھم کذا فی المبسوط قالہ فی النھایۃ والدرایۃ."

خلاصۂ مقالات کے بعد درج ذیل امور تنقیح طلب رہ جاتے ہیں:

تنقیح طلب امور:

① فارسی زبان میں جوازِ قراءت کا مسئلہ اجتہادی ہے، جب کہ رسم عثمانی میں مصحف شریف کی کتابت توقیفی غیر قیاسی ہے، کیا کسی اجتہادی مسئلے سے توقیفی غیر قیاسی مسئلے پر ورود شرع کے خلاف استدلال کیا جاسکتا ہے؟

② اصح یہ ہے کہ ترتیب سور بھی توقیفی ہے مگر اس کے باوجود پارۂ عم کی طباعت خلاف ترتیب ہوتی ہے اور فقہانے بربنائے ضرورت تعلیم اس کی اجازت بھی دی ہے تو کیا وہ ضرورت یہاں بھی موثر ہے؟

③ توقیفی امور میں ضرورت وحاجت کا اثر کس حد تک ہے؟

④ بہر حال کیا یہاں ایسی ضرورت کا تحقق ہے جس سے غیر رسم عثمانی میں کتابتِ قرآنِ حکیم کے جواز کی کوئی راہ نکلے جب کہ اسی کے لیے فارسی زبان میں بطور ترجمہ، قراءت کی اجازت دی گئی اور مترجم کو مجازاً قرآن کے نام سے موسوم بھی کیا گیا ہے، کیا اس سے علم القرآن کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی؟

☆☆☆☆☆

طویلے کے دودھ اور جانوروں کا مسئلہ

مولانا نثار احمد نظامی مصباحی

"مجلس شرعی" جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سولہویں فقہی سیمینار کا ایک موضوع ہے: "طویلے کے دودھ اور جانوروں کا مسئلہ" اس موضوع پر ۳۱ر علمائے کرام کے ۳۰ر مقالے "مجلس شرعی" کو موصول ہوئے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۷۰ر ہے۔

سوال نامے میں طویلے کے جانوروں کی خرید و فروخت اور طویلے کی صورتِ حال مختصراً ذکر کرنے کے بعد دو سوال علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا:

"طویلے کی بھینسیں جن کے دودھ سے عظیم الشان پیمانے پر کاروبار ہو رہا ہے، مالِ تجارت ہیں؟ یا کرائے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح ہیں؟

سوال ❶ کے جوابات

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے کل پانچ موقف سامنے آئے۔

پہلا موقف— یہ ہے کہ طویلے کی بھینسیں مالِ تجارت ہیں۔ اس کے قائل آٹھ حضرات ہیں۔

ان میں سے پانچ حضرات اپنے موقف کے اثبات میں فرماتے ہیں کہ طویلے کی بھینسیں تجارت کی غرض سے خریدی جاتی ہیں اس لیے وہ مالِ تجارت ہیں، اور مولانا شبیر احمد مصباحی کرائے کے مکان اور آلۂ حرفت کی طرح ہونے کی نفی کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "امورِ ثلاثہ سے دو کی نفی ثابت تو اس کے ذیل میں بھینس کا مالِ تجارت ہونا ثابت۔" حاصل یہ کہ یہ تمام حضرات کرائے کے مکان یا آلاتِ حرفت کی طرح ہونے کی نفی کرتے ہیں اور ان بھینسوں کو مالِ تجارت قرار دیتے ہیں۔

کرائے کے مکان کی طرح نہ ہونے پر ان حضرات نے درج ذیل طریقوں سے استدلال فرمایا ہے:

❶ مکان کا کرایہ منفعت کا عوض ہے، عینِ مکان یا جزوِ مکان کا عوض نہیں اور دودھ سے جو منفعت حاصل کی جاتی ہے وہ دودھ کا عوض ہے اور دودھ جانور کا جز ہے یعنی دودھ کا عوض جانور کے جز کا عوض ہے، اور مکان کا کرایہ مکان یا جزوِ مکان کا عوض نہیں، لہٰذا طویلے کے جانور کرائے کے مکان کی طرح نہیں۔

❷ یہ بھینسیں کرائے کے مکان کی طرح نہیں، کیوں کہ ان پر اجارہ کی تعریف صادق ہی نہیں آتی، اس لیے کہ اجارہ کی تعریف ہے: "کسی شے کے نفع کے عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا۔" (بہارِ شریعت ۱۴/ ۱۰۱) اور یہاں طویلے کی بھینسوں کو عوض کے مقابل کسی دوسرے کو نہیں دیا جاتا کہ وہ ان سے نفع حاصل کرے۔ بلکہ یہاں بھینسوں سے حاصل ہونے والا دودھ بھی دوسرے تک عقدِ بیع کے ذریعہ پہنچتا ہے، بہ واسطۂ عقدِ اجارہ نہیں، اس لیے انھیں کرائے کے مکان کی طرح قرار دینا درست نہیں۔

❸ مولانا شبیر احمد مصباحی استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فتاویٰ رضویہ، ج ۸/ ص ۱۸۷ ر پر ہے: "اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقد بیع اعیان پر وارد ہوتا ہے یوں ہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ ذات شی بدستور ملکِ مالک پر باقی رہے اور مستاجر اس سے نفع حاصل کرے۔ جو اجارہ خاص کسی عین وذات کے استہلاک پر وارد ہو، محض باطل ہے...... گائے کو لادنے کے لیے اجارہ لیا جائز، دودھ پینے کو ناجائز، کہ لادنا منفعت ہے اور دودھ عین۔" اھ

فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ عین ومنفعت کے درمیان فرق کی عکاسی یوں پیش کرتے ہیں: "عین قائم بالذات کو کہتے ہیں اور منفعت معانی حاصلہ فی الغیر کو، عین امورِ محسوسہ سے ہے اور منفعت معنی معقول، عین کو چند زمانے تک بقا حاصل اور منفعت ہر آن متجدد۔ فی رد المحتار: المنفعۃ عرض لاتبقی زمانین." اھ (فتاویٰ رضویہ ج:۸، ص:۱۸۷)

اس کی روشنی میں مکان کے کرایہ اور جانوروں کے دودھ کے درمیان مندرجہ ذیل فرق واضح: مکان سے مقصود سکونت اور جانور سے مقصود دودھ ہے، سکونت منفعت اور قابلِ اجارہ اور دودھ عین اور عدم قابلِ اجارہ۔"

اس موقف کے حاملین نے جن دلائل کی بنیاد پر بھینسوں کے آلۂ حرفت کی طرح ہونے کی نفی کی ہے، ان کو ان شاء اللہ ہم دوسرے موقف کے تحت ذکر کریں گے۔

دوسرا موقف— یہ ہے کہ طویلے کی بھینسیں کرائے کے مکان کی طرح ہیں۔ یہ موقف چھ حضرات کا ہے۔

سابق استاذ تربیت تدریس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ان میں تین حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن بھینسوں کو تُجار فروخت کر دیتے ہیں وہ مالِ تجارت ہیں۔ اور مولانا صدر الوریٰ صاحب مصباحی نے کرائے کے مکان کی طرح قرار دینے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ: "اگر طویلے کی بھینسوں کو اس اعتبار سے آلۂ حرفت کی طرح مانا جائے کہ آلاتِ حرفت جیسے مالِ تجارت نہیں ہوتے ویسے ہی یہ بھینسیں بھی مالِ تجارت نہیں، جب بھی کوئی حرج نہیں۔" پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: "اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ کرایہ کے مکان اور آلۂ حرفت دونوں میں قدر اشتراک یہ ہے کہ نہ کرائے کا مکان مالِ تجارت ہے، نہ آلۂ حرفت ہی مالِ تجارت ہے، لہٰذا حکم میں دونوں کے درمیان کوئی تنافی نہیں، دونوں کا تصادق ایک ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر سوال میں قائم کی گئی تنقیق "یا کرائے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح ہیں" منعِ جمع کے لیے نہیں ہو سکتی ،بلکہ منعِ خلو پر محمول ہو گی۔"

مولانا رفیق عالم صاحب نے طویلے میں رکھی جانے والی بھینسوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں جن میں ایک کو سائمہ دوسری کو مالِ تجارت اور تیسری قسم کو کرائے کے مکان کی طرح قرار دیا ہے۔

اس موقف کے قائلین نے جن دلائل کی بنیاد پر ان بھینسوں کے مالِ تجارت ہونے کی نفی کی ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

پہلے اور دوسرے موقف والوں نے جن دلائل کی بنا پر آلۂ حرفت کی طرح ہونے کی نفی کی ہے، ان کا ذکر انشاء اللہ ہم چوتھے موقف کے تحت کریں گے۔

❖ ہدایہ میں ہے: ولیس فی دور السکنیٰ زکاۃ لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية ايضا. وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين لما قلنا. اھ — ملخصاً.

❖ فتح القدیر میں ہے: (قوله: آلات المحترفين) المراد بها مالا يستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد فلا تفنى عينهما. أو ما يستهلك ولا يبقى أثر عينه. فلو اشترى الغسّالُ صابونا لغسل الثياب أو حرضا يساوي نصابا وحال عليه الحول لا تجب فيه الزكاة. فإن ما يأخذه من الاجرة بمقابلة العمل — ولو اشترى الصبّاغ عُصفُرا أو زعفرانا يساوي نصابا للصبغ. أو الدباغُ دهنا أو عفصًا للدّباغة وحال عليه الحول تجب فيه. لأن الماخوذ بمقابلة العين. اھ —(۲/ ۱۷۳، ۱۷۴، کتاب الزکاۃ پور بندر گجرات).

❖ الفاظ اور تعبیر کے فرق کے ساتھ ایسا ہی عنایہ شرح ہدایہ، در مختار اور رد المحتار میں بھی ہے۔

مولانا عارف اللہ صاحب مذکورہ بالا جزئیات کی روشنی میں استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "یہاں بھینسوں کے زندہ باقی رہتے ہوئے ان کے عین سے کلہاڑے اور ریتی کی طرح فائدہ نہیں اٹھایا جاتا، اور نہ ہی ان کا عین فائدہ اٹھاتے وقت ہلاک ہی ہوتا ہے، اس لیے انھیں آلۂ حرفت کے ساتھ لاحق کرنا بھی درست نہیں۔"

تیسرا موقف — یہ ہے کہ طویلے کی بھینسیں آلۂ حرفت کی طرح ہیں۔ یہ موقف دس حضرات کا ہے۔

ان میں سے چھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ جن بھینسوں سے دودھ حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خرید و فروخت مقصود ہوتی ہے، وہ مالِ تجارت ہیں۔ اور مولانا دستگیر عالم مصباحی صاحب ان بھینسوں کی آلاتِ حرفت سے کچھ مشابہت مانتے ہیں، وہ بھی اس صورت میں جب کہ بھینسوں کو ان کے دودھ سے نفع اٹھانے کی نیت سے خریدا ہو اور اگر خریدنے کے وقت اس کے علاوہ کوئی اور نیت تھی تو اس کی کل پانچ امکانی صورتیں اور احکام انھوں نے ذکر کیے ہیں۔

ان حضرات نے جن دلائل کے ذریعہ کرائے کے مکان کی طرح ہونے کی نفی کی ہے وہ تقریباً وہی ہیں جو پہلے موقف کے تحت گزر چکے ہیں، اور جن دلائل کی بنیاد پر مالِ تجارت ہونے کی نفی ہے انھیں انشاء اللہ ہم چوتھے موقف کے تحت ذکر کریں گے۔ اور رہی بات ان کے اپنے موقف پر دلیل کی، تو ان میں سے اکثر حضرات نے اس سے چشم پوشی فرمائی ہے اور بعض حضرات نے آلاتِ حرفت کی طرح ان بھینسوں کو کاروبار کا ذریعہ اور وسیلہ کہہ کر انھیں آلۂ حرفت سے ملحق کیا ہے اور بعض نے انھیں "دودھ بنانے والی فیکٹری کی طرح دودھ پیدا کرنے کا آلہ اور ذریعہ" کہا ہے۔

البتہ مولانا شیر محمد صاحب نے استدلال میں یہ کہا ہے کہ آلۂ حرفت میں اجرت عین کے مقابل نہیں بلکہ منفعت یا عمل کے مقابل ہوتی ہے اور یہاں بھی اجرت بھینس کی منفعت یعنی دودھ کے مقابل ہے، لہٰذا ان بھینسوں کو آلۂ حرفت کی طرح ہونا چاہیے۔

چوتھا موقف — یہ ہے کہ طویلے کی بھینسیں مالِ تجارت نہیں اور مالِ تجارت نہ ہونے میں کرائے کے مکان اور آلۂ حرفت کی طرح ہیں۔ یہ موقف قاضی شہید عالم رضوی مصباحی (بریلی شریف) کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "مالِ تجارت ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں: (۱)- تجارت یعنی "عقد مبادلۂ مال بالمال" سے حاصل ہو، خواہ یہ مبادلہ، بیع ہو یا اجارہ۔ (۲)- نیتِ تجارت ہو یعنی بیچنے کا ارادہ ہو۔ (۳)- نیتِ تجارت فعلِ تجارت سے مقارن ہو۔ طویلے کی بھینسوں میں دوسری شرط مفقود ہے، ان بھینسوں سے حاصل ہونے والا دودھ بھی مالِ تجارت نہیں کہ اس میں پہلی شرط مفقود ہے۔

دوسرے، تیسرے اور چوتھے موقف کے قائلین نے جن دلائل کی بنیاد پر طویلے کی بھینسوں کے مالِ تجارت ہونے کی نفی کی ہے، وہ کثیر ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

❖ ابو داؤد شریف کی حدیث ہے: كان رسول الله ﷺ يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نُعِدّه للبيع.

❖ بدائع الصنائع میں ہے: الإعداد للتجارة في الأثمان المطلقة من الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة. . . فلا حاجة إلى التعيين بالنية . . . أما فيما سوى الاثمان من العروض فإنما يكون الإعداد فيها للتجارة بالنية لأنها كما تصلح للتجارة تصلح للانتفاع بأعيانها. بل المقصود الأصلي منها ذلك. فلا بد من التعيين للتجارة وذلك بالنية. . . ثم نية التجارة لا تعتبر مالم تتصل بفعل التجارة لأن مجرد النية لا عبرة به في الأحكام. اھ — ملتقطا. (۲/ ۱۷، کتاب الزکاۃ).

❖ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: لو اشترى الرجل دارا أو عبدا للتجارة ثم آجره يخرج من أن يكون للتجارة لأنه لما آجره فقد قصد المنفعة. ولو اشترى قدورا من صُفر يمسكها أو يواجرها لا تجب فيه الزكاة. اھ — (۱/ ۲۹۱).

❖ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: لو اشترى جوالق ليواجرها من الناس فلا زكاة فيها. لأنه اشتراها للغلة لا للمبايعة. اھ (۱/ ۱۸۰).

مولانا سلیمان مصباحی مالِ تجارت نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے تاجروں کا مقصودِ اصلی جانوروں کی تجارت نہیں بلکہ دودھ اور دودھ سے بننے والی اشیا کی تجارت ہے، اور اسی غرض سے وہ بڑے بڑے طویلے رکھتے ہیں اور مختلف کاموں پر ملازمین کو مامور کرتے ہیں۔"

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں: "ان لوگوں کا بھینسوں کو خرید کر لانا پھر اپنے طویلے کے لیے کچھ کو چھانٹ لینے کے بعد زیادہ تر کو فروخت کر دینا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ جانور مالِ تجارت قرار دیے جائیں، کیوں کہ یہ لوگ بھینسوں کو اپنے طویلے میں رکھنے کے لیے ہی خریدتے ہیں، پھر جسے مناسب سمجھتے ہیں اسے رکھ لیتے ہیں اور بقیہ کو فروخت کر دیتے ہیں۔ مالِ تجارت بننے کے لیے ضروری ہے کہ وقتِ عقد نیت پائی جائے۔"

مولانا محمد انور نظامی تحریر فرماتے ہیں: "طویلے کے مالکان جو بھینسیں یا گائیں خریدتے ہیں، ان میں ان کی نیت تجارت کے لیے متحقق نہیں کہ ان میں سے کچھ کو وہ اپنے طویلے کے لیے چھانٹ لیتے ہیں اور کچھ کو فروخت کر دیتے ہیں، جن جانوروں کا وہ فروخت کرتے ہیں ان میں وقتِ خرید، فروخت کرنے کی نیت شامل نہیں ہوتی، بلکہ وہ منجملہ بھینسوں کو منافع ملنے کی صورت میں فروخت کرنے کی نیت کرتے ہیں، ایسی نیت سے مال، تجارت کے لیے نہیں ہوتا........ نیت جب مال میں وقتِ عقد شامل ہو تو وہ تجارت کے لیے ہو گا ورنہ نہیں۔"

پانچواں موقف — یہ ہے کہ جن بھینسوں کو خریدتے وقت تجارت کی نیت کی وہ مالِ تجارت ہیں اور جن میں دودھ حاصل کرنے اور بیچنے کی نیت ہو وہ آلاتِ حرفت سے ہیں، مگر یہ ایسے آلاتِ حرفت ہیں جن پر زکاۃ واجب ہے۔ یہ موقف مفتی بدرِ عالم مصباحی (جامعہ اشرفیہ) کا ہے۔ انھوں نے آلۂ حرفت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن میں پہلی قسم وہ آلاتِ حرفت ہیں جو مالِ تجارت ہیں، جس کی مثال ان ہی کے لفظوں میں: "جیسے وہ آلات جن کا اثر بشکل زوائد معمول فیہ میں باقی رہے۔" پھر بھینسوں کو اسی قسم سے ملحق فرمایا ہے۔

کچھ اسی قسم کی بات پہلے موقف کے حامل مولانا رضاء الحق اشرفی مصباحی نے بھی تحریر فرمائی ہے اور کہا ہے کہ اگر آلۂ حرفت کی طرح بھی مان لیا جائے تب بھی بھینسوں پر زکاۃ ہو گی "کیوں کہ اگر آلۂ حرفت ایسی چیز ہو کہ اس کے عین کے بدلے میں اجرت لی جائے تو ایسے آلۂ حرفت پر زکاۃ واجب ہے...... اور یہ ظاہر ہے کہ دودھ سے جو آمدنی حاصل کی جاتی ہے وہ عین کا عوض ہے، کیوں کہ یہ دودھ کا عوض ہے اور دودھ بھینس کا جز ہے تو بحیثیت جز یہ بھینس کا عوض ہوا، لہٰذا بھینسوں سے بھی زکاۃ کا حکم متعلق ہو گا۔"

بعض مقالہ نگار حضرات ایسے بھی ہیں جنھوں نے سوال میں پوچھی گئی تینوں شقوں میں سے کسی متعین شق کو اختیار نہیں فرمایا ہے۔

ان میں دو حضرات نے بھینسوں کی خرید و فروخت کی متعدد امکانی صورتیں اور ان کے احکام ذکر کیے ہیں جن کی تفصیلات ان کے مقالوں میں دیکھی جا سکتی ہیں، ہم یہاں مولانا ناظم علی مصباحی کے مقالے سے صرف ایک صورت اور اس کا حکم پیش کر رہے ہیں۔

وہ تحریر فرماتے ہیں: "اگر (خریدتے وقت) یہ نیت تھی کہ نفع ملے گا تو فروخت کر دے گا ورنہ انھیں رکھ کر ان سے دودھ حاصل کرے گا، جب بھی مالِ تجارت نہیں کہ خریدنے کے وقت تجارت کی نیت نہ تھی کہ یہاں کسب المال بمنافع المال بھی اس کے مزاحم ہے، کہ یہاں تردید ہے نہ کہ تحقیق وفرق بين كون الشئ محققا و مرددا. پھر طحطاوی علی المراقی کا ایک جزئیہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ظاہر ہے کہ عقد تجارت کے وقت نیتِ تجارت ضروری ہے اور نیت پختہ ارادہ کا نام ہے۔ اور یہاں

تجارت کا پختہ ارادہ نہیں تو پھر یہ مالِ تجارت نہیں۔"

تین حضرات نے طویلے کی بھینسوں کے مالِ تجارت ہونے کی نفی کی ہے، مگر اس سلسلے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے کہ یہ بھینسیں کرائے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح ہیں یا نہیں — البتہ مولانا ابرار احمد اعظمی صاحب نے جانوروں کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) حوامل۔ (۲) عوامل۔ (۳) سائمہ۔ (۴) علوفہ۔ (۵) مواشیِ تجارت۔ اور پھر کہا ہے کہ طویلے کی بھینسوں کا عوامل، حوامل اور سائمہ نہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ پھر تجارت، اس کے متعلقہ احکام اور شرائطِ مالِ تجارت کی توضیح کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ بھینسیں مالِ تجارت بھی نہیں بلکہ "علوفہ" ہیں، اور علوفہ پر زکاۃ نہیں، مولانا احمد رضا صاحب نے یہ قسمیں تو بیان نہیں فرمائی ہیں مگر طویلے کی بھینسوں کو انھوں نے بھی "علوفہ" کہا ہے۔

دوسرے سوال کے جوابات

دوسرا سوال یہ تھا: "اور بہر حال زکاۃ کا حکم کس سے وابستہ ہو گا؟
اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے چار موقف ہمارے سامنے ہیں:

پہلا موقف — یہ ہے کہ زکاۃ کا حکم بھینس اور دودھ دونوں سے وابستہ ہو گا۔ یہ موقف تین حضرات کا ہے۔

دوسرا موقف — یہ ہے کہ زکاۃ کا حکم بھینسوں سے متعلق ہو گا۔ یہ موقف چھ حضرات کا ہے۔

ان میں دو حضرات بھینس پر زکاۃ کا حکم دیتے ہیں اور دودھ کے بارے میں خاموشی اختیار فرماتے ہیں، اور مفتی بدر عالم صاحب لکھتے ہیں: "زکاۃ کا تعلق بھینسوں کی قیمت سے ہونا چاہیے، اس لیے کہ دودھ کی قیمت بھینسوں کے اثرات باقیہ زوائد کے بدل کی منزل میں ہے"۔ اور مولانا نصر اللہ رضوی بھینسوں کو مالِ تجارت اور زوائد ہونے کی وجہ سے دودھ کو بھینسوں کی مالیت میں اضافے کا سامان مانتے ہیں۔

تیسرا موقف — یہ ہے کہ زکاۃ کا حکم دودھ سے وابستہ ہو گا۔ یہ موقف تین حضرات کا ہے۔

مولانا مسیح احمد قادری کا کہنا ہے کہ دودھ مالِ تجارت ہے، جب کہ مفتی محمد نسیم مصباحی اولاً لکھتے ہیں: "دودھ فروخت کرنے سے جو اموال حاصل ہوں ان کی زکاۃ واجب ہے، بشرطے کہ طویلے کا مالک صاحبِ نصاب ہو"۔ لیکن اس عبارت کے فوراً بعد "خلاصے" کے تحت رقم طراز ہیں: طویلے کے مالکوں کا دودھ مالِ تجارت ہے، زکاۃ کا حکم دودھ اور اس کے ثمن سے وابستہ ہے۔"

چوتھا موقف — یہ ہے کہ زکاۃ کا حکم دودھ کی آمدنی سے متعلق ہو گا۔ یہ موقف بقیہ تمام مقالہ نگار حضرات کا ہے، جن کی تعداد انیس [۱۹] ہے۔ ان میں سے کچھ حضرات نے نہایت واضح لفظوں میں کہا ہے کہ حکمِ زکاۃ نہ تو بھینسوں سے متعلق ہو گا اور نہ ہی دودھ سے، بلکہ دودھ کی آمدنی سے متعلق ہو گا۔ مولانا دستگیر عالم صاحب نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ: "دودھ جب تک اس کے پاس ہے اس میں زکاۃ نہیں، ہاں جب اسے روپیوں سے بیچ دے تو ان روپیوں میں تو بہر صورت زکاۃ ہے۔ اور اگر کسی سامان کے بدلے بیچے تو اس کے بھی مالِ تجارت بننے کے لیے ضروری ہے کہ وقتِ عقد ہی اس میں بیچنے کی نیت ہو، ورنہ وہ بھی مالِ تجارت نہ بن سکے گا۔"

اس موقف کے قائلین میں سے متعدد لوگوں نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ دودھ کی آمدنی پر زکاۃ کا حکم اس وقت ہو گا جب کہ وہ آمدنی خود یا دوسرے مال سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے اور حولانِ حول ہو جائے۔

مقالات کے خلاصے کے بعد درج ذیل امور تنقیح طلب ہیں:

تنقیح طلب امور

(۱) کیا طویلے کی کچھ بھینسیں سائمہ بھی ہوتی ہیں؟
(۲) وہ بھینسیں جنھیں طویلے والے چھانٹنے کے بعد فروخت کر دیتے ہیں وہ مالِ تجارت ہیں یا نہیں؟ اور جن بھینسوں کو طویلے میں رکھ لیتے ہیں وہ مالِ تجارت ہیں یا نہیں؟
(۳) طویلے کی بھینسیں کرائے کے مکان کی طرح ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ان کے دودھ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
(۴) طویلے کی بھینسیں آلاتِ حرفت سے ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کس قسم سے؟ اور بہر حال ان پر زکاۃ کا حکم ہو گا یا نہیں؟
(۵) اگر طویلے کی بھینسوں کو کرائے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح مانا جائے تو قربانی اور صدقۂ فطر کے وجوب یا عدمِ وجوب میں یہ بھینسیں موثر ہوں گی یا نہیں؟
(۶) ان سب سے قطعِ نظر، بابِ زکاۃ میں جانوروں کی شرعاً کتنی قسمیں ہیں؟ اور طویلے کی بھینسیں کس قسم کے تحت آتی ہیں؟
(۷) طویلے کی بھینسوں میں زکاۃ کا حکم بھینس اور دودھ دونوں سے ہے، یا صرف بھینس، یا صرف دودھ سے، یا صرف دودھ کی آمدنی سے متعلق ہو گا؟ اس آخری صورت میں کیا اس آمدنی کا ثمن ہونا ضروری ہے؟ یا سامان کی شکل میں وہ آمدنی ہو تب بھی زکاۃ کا حکم ہو گا؟

☆☆☆☆☆

تاثرات

محمد شاہد رضا مصباحی

سیمینار کی آخری نشست میں مندوبین اور منتظمین سیمینار نے اپنے گراں قدر تاثرات پیش کیے، صفحات کی تنگی کے پیش نظر ہم صرف چند تاثرات نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

مفتی حبیب یار خاں نوری، مفتی مالوہ

میں اور میرے ساتھ ارکان دار العلوم نوری، اساتذہ، طلبہ اور معززین شہر اتنے خوش ہیں کہ ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ آپ حضرات نے کرم فرمایا، اتنی زحمتیں برداشت کیں اور اندور تشریف لائے، اندور کو اپنے علم کے فیضان سے اور اپنے قدموں کی برکت سے آپ حضرات نے بہت بلند فرما دیا۔ مولا تعالیٰ آپ کی عمروں میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔

یہ سیمینار بظاہر سہ روزہ اور چار روزہ ہوتا ہے، لیکن غور کیا جائے تو یہ پورے سال پر محیط ہوتا ہے، سوال نامے مرتب کیے جاتے ہیں، انھیں جاری کیا جاتا ہے، اس پر علما، محققین، مفتیانِ کرام ہفتوں، مہینوں محنتیں کرتے ہیں اور مطالعہ و تحقیق کے بعد پھر اس کا جواب تحریر کر کے مجلس کو روانہ کرتے ہیں، مجلس کو موصول ہونے کے بعد ان تمام مقالات کی تلخیص کی جاتی ہے، پھر سیمینار منعقد ہوتا ہے۔ اتنے عرصے کی محنتوں کے لیے صرف تین دن اور تین دنوں میں بھی صرف چھ نشستیں ہوتی ہیں۔ یقیناً یہ انتہائی قیمتی وقت ہوتا ہے اور ان وقتوں میں کام بھی بڑا قیمتی اور نفع بخش ہوتا ہے، اور یہ کام ان علمائے کرام کی کاوشوں اور کوششوں سے ہی ہوتا ہے۔ پھر یہ علمائے کرام ان نادر تحقیقات کے علاوہ بھی دینی خدمات میں مصروف ہیں، کوئی دار العلوم چلا رہا ہے، کوئی ناظم ہے، کوئی بانی ہے، کوئی شیخ الحدیث ہے تو کوئی مدرس ہے اور ان تمام مصروفیات کے باوجود ان حضرات کا اس خدمت میں شریک ہونا، پھر اپنا قیمتی وقت عنایت فرمانا، سفر کی زحمتیں برداشت کر کے یہاں تشریف لانا اتنی عظیم خدمات ہیں کہ ان کے مقابلے میں ان کی جو خدمت اور ضیافت ہے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی، شایانِ شان خدمت تو بہت دور کی بات ہے۔

میں اپنی خوشی کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتا۔ آپ حضرات نے بہت کرم فرمایا۔ خصوصاً حضرت خواجۂ علم و فن خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ، عزیز ملت حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب قبلہ، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ، محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ اور اس سیمینار کے روحِ رواں محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ، آپ حضرات نے بڑا کرم فرمایا، زحمت گوارا کی، دعوت قبول فرمائی اور تشریف لائے اور اس سیمینار کے وقار کو بلند کیا۔

میری شروع میں کوشش تو یہی تھی کہ اس میں تمام اکابر جمع ہوں۔ خاص طور پر میری خواہش یہ تھی کہ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ، حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب، حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب تشریف لائیں اور آپ بھی حضرات رہیں۔ ارکانِ مجلس شرعی نے بھی کوششیں کیں، میں نے بھی کوششیں کیں لیکن اتفاق ہے کہ حضرت تاج الشریعہ بہت سخت بیمار ہیں۔ انھوں نے قبول تو فرمایا تھا اپنے اعتذار کے باوجود کہ میں نہ لکھ سکتا ہوں، نہ پڑھ سکتا ہوں، نہ بول سکتا ہوں، کیا کروں گا آ کر؟ لیکن میں نے کہا کہ آپ کا وجودِ مسعود ہی ہمارے لیے بڑے وقار کی بات ہے۔ فرمایا: کوشش کروں گا۔ بہر حال حضور تاج الشریعہ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ازہری صاحب قبلہ کو صحت و شفا عطا فرمائے۔ ہماری کوشش یہ بھی تھی کہ مجلس شرعی کے سرپرست امین ملت حضرت سید شاہ امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ بھی تشریف لاتے، لیکن یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ سخت بیمار ہیں۔ میں نے جب فون کیا تھا تو وہ اسپتال میں تھے اور ان کی والدہ ماجدہ کو آکسیجن لگایا جا رہا تھا، پھر بھی فرمایا کہ میں کوشش کروں گا، لیکن حضرت تشریف نہ لا سکے۔

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

مولا تعالیٰ ان کی والدہ ماجدہ اور خود ان کو بھی شفاء عطا فرمائے۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ یہاں جو اہم مسائل زیرِ بحث تھے ان پر گفتگو ہوئی، فیصلے ہوئے اور سیمینار بہت کامیاب رہا۔

حضرت نوری بابا، بانی دار العلوم نوری اندور

خدا کا لاکھ لاکھ احسان کہ اس نے اتنے علما و مفتیانِ کرام کی زیارت سے اندور والوں کو نوازا اور بڑا دینی کام سیمینار کی شکل میں ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا روحانی فیض ہے کہ اندور کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مجلس شرعی کا یہ سیمینار یہاں منعقد ہوا اور حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب قبلہ جامعہ اشرفیہ اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ اور دیگر اکابر علما تشریف لائے۔ ہم شکر گزار ہیں تمام علمائے کرام کے کہ آپ نے یقیناً اندور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نواز کر ہمیں دین و سنیت کی خدمت کرنے کا جذبہ اور ہمت عطا فرمائی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ بھی سیمینار کے انعقاد کا موقع عنایت فرمائیں اور اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف فرمائیں۔ آخر میں آپ سب کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حضرت عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ہمارے مندوبین کی تشریف آوری ہمارے لیے قابلِ قدر اور لائق مبارک باد ہے۔ خصوصاً حضرت خواجہ صاحب کی آمد، جو گزشتہ کئی سیمینار میں تشریف نہیں لائے تھے، لیکن یہ مفتی مالوہ حضرت مفتی حبیب یار خاں صاحب کی کوشش اور ان کی محبت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے اس سیمینار کو زینت بخشی۔ ہمارے مندوبین نے بہت کوششیں کیں اور مسائل کو حل کرنے کے لیے جد و جہد کی، دور دراز کا سفر ان حضرات نے اس سیمینار کے لیے اختیار کیا۔ یہ سب اہل اندور کی محبت اور ان کے جذبات اور مندوبین کرام کے اخلاص و ایثار کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا صلہ دارین میں بہتر سے بہتر عطا فرمائے۔ ہمارے مندوبین کی جو خاطر تواضع ان حضرات نے کی ہے اور جس انداز سے کی ہے، وہ قابلِ قدر اور لائق مبارک باد ہے۔ اس کے لیے بھی ہم دعائے خیر کرتے ہیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں کہ ہم کر سکیں۔ لیکن صرف دعا کرنے کا ایک جذبہ ہے۔ ہم اس وقت بھی دعا کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ دعا کرتے رہیں گے۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے جس کو ہمارے مندوبین ہمیشہ محسوس کرتے ہیں اور اس وجہ سے شریک ہوتے ہیں اور اس ضرورت کو اہل اندور نے بھی محسوس کیا۔ انھوں نے اپنے یہاں یہ سیمینار منعقد کر کے عوامِ اہل سنت کو یہ بتادیا کہ ہمارے علمائے کرام خاموش نہیں بیٹھے ہیں بلکہ کام کر رہے ہیں اور ہماری ضرورتوں کا احساس انھیں ہے اور انھوں نے جو اپنے جذبات اور خلوص کا اظہار کیا ہے اس سے ہماری مجلس شرعی کو کافی تقویت حاصل ہوئی ہے اور اس سے پہلے بھی ہمارے محبِ گرامی حضرت مولانا شاکر علی صاحب نوری نے بھی ہمارا حوصلہ بہت بڑھایا تھا اور ان شاء اللہ اگلے سال اس حوصلہ میں اور اس قوت میں اضافہ ہی کریں گے۔ اس طریقہ سے اگر جماعتِ اہل سنت کے مخلص افراد سامنے آئیں اور اس کام کو انجام دیں تو یہ مسائل جو روزانہ پیدا ہوتے رہتے ہیں، بہت جلد حل ہو جائیں گے۔

میں آخر میں حضرت مفتی مالوہ اور نوری بابا جو یہاں کی جان ہیں اور ان پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا خصوصی کرم ہے۔ ان کا ممنون ہوں کہ انھوں نے ابھی سے، ہماری حوصلہ افزائی فرما کر ایک موقع یہاں پھر آنے کا دیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب موقع ملے گا تو ہم غور و فکر کر کے اطلاع دیں گے۔ اور اسی طریقے سے ہم اپنے ان بزرگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے جتنا بھی وقت دیا، ہمارے لیے بڑے حوصلے کی چیز ہے اور گزارش یہ ہے کہ آئندہ بھی اسی طریقے سے تشریف لا کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ ہمارے کام میں آسانی ہو۔ ان کی موجودگی ہوتی ہے تو بہت سنبھل کر آدمی قدم بڑھاتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات کرم فرماتے رہیں گے تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔

میں آخر میں پھر اپنے میزبانوں کا خصوصاً حضرت مفتی مالوہ اور ان کے احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ہمیں یہاں آنے کا موقع عنایت فرمایا اور مدھیہ پردیش کی سنگلاخ زمین پر ایک علمی و فقہی سیمینار کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا عطا فرمائے اور اس سدا بہار ادارہ کو اور ان حضرات کے منصوبوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور جو علمی کارنامے انجام دے رہے ہیں اس میں بھی ترقی ہو، اس کی حفاظت ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے معاونین کو ترقی عطا فرمائے، ان کے کسب میں برکتیں عطا فرمائے، رزق حلال میں وسعتیں عطا فرمائے اور اپنی حفاظت و صیانت میں ترقی عطا فرمائے۔

حضرت مولانا شاکر علی نوری، امیر سنی دعوت اسلامی

الحمد للہ! بیک وقت اتنے مفتیانِ کرام کا یہاں پر جمع ہو کر امت کے مسائل کے سلسلے میں یہ کوشش کرنا اور امت کے مسائل کے حل کے لیے غور و فکر کرنا، یہ قابلِ تحسین بھی ہے اور قابلِ مبارک باد بھی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب قبلہ کی کوششوں سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں فقہی سیمینار کا جو آغاز ہوا اس کے نتائج صرف ہندوستان کی سرزمین پر ہی نظر نہیں آرہے ہیں بلکہ الحمد للہ اس کے نتائج اور اس فقہی سیمینار کے فیصلے پر عمل کا جذبہ پوری دنیا میں نظر آرہا ہے۔ یقیناً یہ شعبہ ایسا تھا کہ اس سلسلے میں غیروں کی طرف عوام کی توجہ تھی اور عوام غیروں کے فیصلے کو قبول کر کے اس کے مطابق عمل کر کے اپنے لمحات گزارتے تھے لیکن آج الحمد للہ سرکار مصطفیٰ ﷺ کی نعلین پاک کے صدقے و طفیل علمائے کرام و مفتیانِ عظام کی محنتوں سے اور الجامعۃ الاشرفیہ کی قربانیوں سے یہ فقہی سیمینار کا جو سلسلہ شروع ہوا تو اب عوام اہل سنت کو کسی اور فیصلے کے انتظار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو فیصلہ یہاں سے پیش کیا جاتا ہے اسے بسر و چشم قبول کر کے اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے علما جو فقہی سیمینار میں مسائل کے سلسلے میں کئی دنوں تک محنت کر کے مسائل کی تحقیق کرتے ہیں اور ان تحقیقات کے بعد امت کے مسائل کو حل کرتے ہیں، یقیناً ان کی محنتوں کا صلہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اور حضور ﷺ اپنی رحمت کے مطابق عطا فرمائیں گے۔ میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! قابلِ صد مبارک باد ہیں مفتی مالوہ حضرت علامہ مفتی حبیب یار خاں صاحب قبلہ جنھوں نے یہ فقہی سیمینار اندور کی سرزمین پر منعقد کیا۔ اللہ تعالیٰ خوب سے خوب اجر عطا فرمائے، ان کو، ان کے ساتھیوں کو اور ان کے اعوان و انصار کو۔ آج کے اس چیلنج کے دور میں جہاں ان تحقیقات کی ضرورت ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے علما اپنی تحقیقات کو انٹرنیٹ کے ذریعہ عالمی سطح پر لوگوں تک پہنچائیں۔ ڈپلیکیٹ اتنی ویب سائٹیں اسلام کے نام پر آچکی ہیں کہ ہمارے، بہت سارے نوجوان ان ویب سائٹس کو visit کرنے کے بعد گم راہی کا شکار ہوتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں یہ کوشش ہونی چاہیے کہ فقہی سیمینار کی تمام تحقیقات اور سارے فیصلے مختلف ویب سائٹس پر بھیجی جائیں جو اہل سنت و جماعت کی ہیں تاکہ ویب سائٹ visit کرنے والا انسان ہمارے علما کے فیصلے کو پڑھ کر اس کے مطابق عمل کر سکے۔ اللہ رب العزت سرکار ﷺ کے نعلین پاک کے صدقے و طفیل اس فقہی سیمینار کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، امت کے مسائل کا اسے بہترین حل بنائے اور اللہ رب العزت علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کو اپنی شان کے مطابق اجر عطا فرمائے۔

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا، تم پہ کروروں درود

حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی، امریکہ

معزز اہالیانِ اندور! دو تین ضروری باتیں آپ سے عرض کرنی ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ جان لیں کہ یہ سیمینار کیوں ہو رہا ہے اور اس کا انعقاد کیوں کیا گیا۔ اس کے کئی مقاصد تھے۔ ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ اپنے علمائے اہل سنت اور مفتیانِ کرام میں کوئی اختلاف نہ ہو اور جماعت متحد ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعتی درد کی بنیاد پر اس کا انعقاد ہوا ہے۔ اہل سنت کا جو درد و کرب تھا کہ اختلاف و انتشار نہ ہو، ہمارے کوئی مفتی اپنے دار الافتا میں کسی چیز کو جائز کہیں اور دوسرے دار الافتا سے وہی چیز ناجائز ہو، کہیں حرام ہو، کہیں مکروہ ہو، یعنی اگر ایک جگہ اکٹھا نہ ہوں تو ایک ہی مسئلہ بڑا مختلف فیہ ہو جاتا ہے۔ سیمینار ہونے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے علما، مفتیانِ کرام، مشائخ عظام مسائل شرعیہ میں انتشار و اختلاف سے بچ جاتے ہیں ورنہ تو جب مفتیانِ کرام میں اختلاف ہوتا ہے تو عوام میں انتشار بہت زیادہ ہوتا ہے۔ آج آپ دیکھ لیں، لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ ہے اور اس طرح کے بہت سارے مسائل میں بہت اختلاف ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس میں شریک ہو کر اپنے انتشار و اختلاف کو دور کریں یا شریک نہ ہو کر ہم اپنے اسی اختلاف پر باقی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اختلاف دور ہو، انتشار دور ہو اور مل بیٹھیں کہ باہمی دوریاں بھی دور ہو جائیں۔

ہم شکر گزار ہیں مفتی مالوہ حضرت مفتی حبیب یار خاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی اور ان کے رفقا، اساتذہ، تلامذہ اور ان کے شہر کے معززین کے کہ یہ ذمہ داری آپ کی تنہا نہیں تھی۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری تھی۔ جتنا دین کا فریضہ آپ کے اوپر ہے، ہمارے اوپر ہے، پوری جماعت پر ہے، لیکن اگر آپ نے سب کی طرف سے وہ ذمہ داری خود قبول کی تو نہ صرف ہماری طرف سے بلکہ پوری جماعت کی طرف سے آپ شکریہ کے مستحق ہیں۔ ☆☆☆☆☆

منظومات

سمندر ہوتا

کوے طیبہ میں پڑا رہنا مقدر ہوتا
کاش سرکار کے قدموں میں مرا سر ہوتا

صحنِ سرکار میں ہوتا تو کبوتر ہوتا
مستیِ عشق میں واں رقص کا منظر ہوتا

جس جگہ سے نظر آتا حرمِ مصطفوی
اسی گوشے میں مرا چھوٹا سا اک گھر ہوتا

کارواں عشق کا چلتا درِ محبوب کی سمت
جس کا رہبر مرا شہزادۂ سنجر ہوتا

میں جو تھکتا تو مرے غوث سہارا دیتے
تشنگی بڑھتی تو نسبت کا سمندر ہوتا

بیکل اتساہی بلرام پوری

حمدیہ ونعتیہ رباعیات

اللہ تعالیٰ ہے جہانوں کا رب
بندوں پہ کرم اسی کا ہے روز و شب
ہے اس کی عطا سبھی جہانوں کو محیط
معبود ہے وہ تنہا، بندے ہم سب

آوارہ، فضاؤں میں ہوں میں مثلِ کاہ
اللہ چلا مجھے سدا سیدھی راہ
راہوں پہ چلا ایسی رحمان و رحیم!
بھٹکوں نہ کبھی منزل سے یا اللہ!

وہ جس نے عطا کیا ہمیں پیارا نبی
لاریب وہ اللہ ہے سلطان و قوی
خلاق زمانہ کی ہے یہ شانِ عظیم
گستاخ کو بھی دیتا ہے سوغات بھلی

غم کے باعث بجھا بجھا سا من ہے
فکریں ہیں دن رات کبھی شیون ہے
لیکن کیوں گھبراؤں، نبی کا ہے کرم
میرے ہاتھوں میں ان کا دامن ہے

پختہ ہو جائے گا، اگر تو ہے خام
ہر دم لے سرکار مدینہ کا نام
جب بھی تجھ پر پڑے برا وقت نہ ڈر
دونوں ہاتھوں سے ان کا دامن تھام

ڈاکٹر صابر سنبھلی

خاطر

اللہ! مجھے سیدِ ابرار کی خاطر
الفاظ دے جذبات کے اظہار کی خاطر
اسرار ہیں سب محرمِ اسرار کی خاطر
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
صحرائے مدینہ کا ہے سودا مرے سر میں
بے تاب ہوں سنگِ درِ سرکار کی خاطر
خود جلوۂ محبوب کی یکتائی ہے محرم
قوسین پہ ہے یہ مرے سرکار کی، خاطر
اے دینِ خدا چل تو مدینے کی طرف چل
ہجرت ہے ضروری ترے کردار کی خاطر
امیدِ شفاعت لیے پہنچیں گے سب اُن تک
کوثر سے کریں گے وہ گنہ گار کی خاطر
کب حکم دیں سرکار، چلیں اپنی جڑوں سے
پیڑوں کو اشارہ ملے رفتار کی خاطر
زانو پہ دھرے سر جو رسولِ عربی کا
ہے غار میں رفعت اسی کردار کی خاطر
یوسف! ترے جلووں پہ کٹیں انگلیاں لیکن
سر کٹتے ہیں یاں احمدِ مختار کی خاطر
مہتاب یہ قسمت ہے کہ تقلیدِ رضا میں
اٹھا ہے قلم مدحتِ سرکار کی خاطر

مہتاب پیامی

صدائے بازگشت

یہ کالم ایک "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے" اس کے تحت علمی، فکری، تنقیدی اور تجزیاتی مراسلات کو ترجیح دی جائے گی۔

زندگی کے سفر کا حال نہ پوچھ۔ چل رہی ہے مگر تھکن ہے بہت

عزیز گرامی قدر .... سلام واخلاص

اپنا جریدہ اشرفیہ شمارہ مارچ باصرہ نواز ہوا، استفادہ کیا، معلومات میں اضافہ ہوا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس میں جو بھی منقبت لاتا وہی اشرفیہ میں بھیج دیتا، مگر یہ نعت جو شاید ابھی تک شائع نہیں ہوئی اسی کو آئندہ شمارے میں اشاعت کے لیے بھیج دیا، اگر آپ اسے لائق سمجھیں تو کسی گوشے میں جگہ دے دیں۔

میری مصروفیت زنجیر پا، ذہنی انتشار نے کہیں کا نہیں رکھا۔ دعائیں فرمائیں۔ اب عمر کی اس منزل میں ہوں کہ۔

زندگی کے سفر کا حال نہ پوچھ
چل رہی ہے مگر تھکن ہے بہت

طالب دعا۔ بیکل اتساہی بلرامپوری

نعت گوئی میں حضرت بیکل کی ایک شناخت ہے

گرامی قدر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ

السلام علیکم ------ امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

"اشرفیہ تواتر کے ساتھ موصول ہو رہا ہے، صوری ومعنوی دونوں اعتبار سے روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آپ کا اداریہ حقائق پر مبنی اور اس کے ساتھ ساتھ عصری تناظر میں بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے توجہ طلب اور لائق تحسین ہوتا ہے۔ مشمولات کے مختلف عناوین میں افادیت ہوتی ہے۔ بہر حال مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ والد محترم حضرت فاخر جلال پوری صاحب قبلہ بخیر وعافیت ہیں، آپ کا ذکر خیر ہم لوگوں کے درمیان ہوتا رہتا ہے۔ حسان الہند، پدم شری حضرت بیکل اتساہی صاحب قبلہ اس عمر میں بھی اشرفیہ کو اپنی نگارشات سے نوازتے رہتے ہیں، یہ بڑی بات ہے۔ نعت گوئی میں ان کی ایک شناخت ہے۔ فقط۔

(ڈاکٹر) آفاق فاخری، جلال پور، امبیڈکر نگر

وہابی تحریک کی بنا دہشت گردی پر ہے

مفکر اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنوری کا تازہ شمارہ بذریعہ ڈاک اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ دیدہ زیب سرورق پر سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور حافظ ملت کے خوش نما روضے کی کچھ دیر زیارت کے بعد آپ کا فکر انگیز اداریہ پڑھنے کے میں مشغول ہو گیا۔ آپ نے پروفیسر اختر الواسع اور مولانا ارشد مدنی پر جو شکنجہ کسا ہے وہ بالکل حق اور درست ہے، حقیقت یہی ہے کہ محمد بن عبد الوہاب کی قائم کردہ "وہابی تحریک" کی بنا دہشت گردی ہی پر رکھی گئی ہے اور طالبانی دہشت گردوں کا تانا بانا بھی اسی تحریک سے جڑا ہوا ہے، مگر موقع پرستی دیوبندیوں کو اپنے اکابر سے ترکے میں ملی ہے۔ صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مد ظلہ العالی کا مضمون چشم بصیرت سے پڑھنے کے قابل ہے، بقیہ مشمولات بھی خواندنی ہیں۔ مراسلات کے کالم میں سید گوہر ربانی کا مراسلہ بھی خوب ہے، عصبیت پرستی کے ماحول میں سید صاحب نے جس حق بیانی سے کام لیا ہے اس کے لیے وہ قابلِ مبارک باد ہیں۔ مولانا علیمی ایک نو آموز تبصرہ نگار ہیں، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان سے یہ چوک غیر دانستہ ہوئی ہوگی۔ اس کے باوجود ایک ذمہ دار ادارہ سے جبہ ودستار پانے کی وجہ سے ان کی یہ غفلت قابلِ گرفت ہے۔ اخیر میں گزارش ہے کہ ماہ نامہ اشرفیہ الجامعۃ الاشرفیہ کا ترجمان ہے، اس لیے میرے خیال میں ماہ نامہ کے صفحات میں طلبۂ اشرفیہ کو قلم آزمائی کے لیے زیادہ جگہ ملنی چاہیے۔ فقط

محمد شہروز مصباحی، مدرسہ اجمل العلوم سنبھل، مراد آباد

امین ملت کی روز افزوں مقبولیت پر مبارک باد

مکرمی.......... سلام مسنون

حضور شیخ طریقت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری کو عالم اسلام کی پانچ سو مقتدر شخصیات میں ۴۴ ویں نمبر پر شمار کیا گیا ہے۔ اور ابھی ۲۶/ جنوری ۲۰۱۰ء کے موقع پر انہیں "پدم بھوشن" اور امسال مسلم یونیورسٹی میں قابل قدر خدمات کے لیے "سرٹیفکیٹ آف میرٹ" کے اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ حضرت قابلِ مبارک باد ہیں، ہماری جماعت کے لیے باعثِ فخر ہیں۔

یہ اعزازات اس عظیم شخصیت کے لیے بہت چھوٹے اور قابلِ فخر نہیں کہ وہ تو اپنے مشن میں سرمست ہیں جن کو نہ ستائش کی تمنا ہے نہ صلے کی پروا، پروا ہے تو قوم اور آخرت کی۔

ان اعزازات سے حضور امین ملت کا قد دوبالا نہیں ہوا، بلکہ وہ جماعت سرخرو ہوئی جو غیر منظم و منتشر ہے، جس کے متعلق اغیار اکثر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو جہلا اور قنوطیت پسند لوگوں کی جماعت ہے، اسی لیے ان میں عالمی پیمانے کی کوئی قابل قدر شخصیت نہیں، ایسے لوگوں کے منہ پر زبردست طمانچہ ہے۔ عالمی رپورٹ جس میں کہا گیا ہے: جنوب ایشیا میں فعال صوفی تحریک سماجی طور پر سرگرم تحریک ہے، جس کا مقصد سماجی [illegible] ہم آہنگی اور روحانی ترقی ہے۔ درحقیقت جماعت اہل سنت ہی: ''ما أنا علیہ و أصحابی'' کی امین و پاس دار ہے۔

[illegible] امین ملت نے بہت کم مدت میں خانقاہوں کے اصل مقاصد [illegible] نشاۃ ثانیہ [illegible]۔ اسلام کے عظیم مقاصد صحت عقیدہ، روحانیت، مساوات، اخلاق، تعلیم و تبلیغ کا عقیدت مندوں میں ولولہ پیدا کیا جس کی وجہ سے انھیں عالمی طور سے قابلِ مبارک باد شخصیت سمجھا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں عالمی ادارہ کی رپورٹ، ص: ۷۹۔ دی پرنس الولید بن طلال سینٹر فار مسلم انڈر اسٹینڈنگ جارج ٹاؤن یونیورسٹی امریکہ، دی رائل اسلامک اسٹراٹجک اسٹڈیز سینٹر بورڈوں نت پوری دنیا کی اہم شخصیات کا سروے کر کے کتاب پرنٹ کی اور حضرت امین ملت کو دنیا کے پانچ سو مؤثر مسلمانوں میں ۴۴ رواں مقام دیا۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت امین ملت اور پوری جماعت اہل سنت کے متعلق سروے رپورٹ بہت حوصلہ افزا ہے۔ حضرت امین ملت نے سند سجادگی کے ساتھ ساتھ جماعت کو بھی افتخار بخشا۔ مشہور شاعر بشیر بدر نے بہت اچھا شعر کہا ہے۔

خانقاہوں میں خاک اڑتی ہے
اردو والوں کے کیمپس کی طرح

بلاشبہ یہ شعر دونوں ایوانوں کا صحیح ترجمان ہے۔ اردو والوں کا حال سب کو معلوم ہے۔ اردو یہیں پیدا ہوئی اور یہیں دفن ہو رہی ہے۔ مدارس عربیہ اور پردۂ سیمیں کی دین ہے جو عوام و خواص میں اردو بولنے، پڑھنے اور سننے کا چلن باقی ہے، ورنہ اردو کی روٹی بوٹی کھانے والے ہی اردو کو چبا رہے ہیں۔

خانقاہوں کا حال مت پوچھیے، رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی۔ پہلے عرس کی دھوم دھام نہیں تھی تو خانقاہوں میں ہمیشہ قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے سرمدی اور عرفان و آگہی کی بہاریں تھیں، اب صرف عرس کی دھوم دھام رہ گئی باقی دنوں میں خاک ہی اڑتی ہے۔

خانقاہِ برکاتیہ میں بھی خاک اڑتی ہے مگر اس نے فضا گرد آلود اور مکدر نہیں کی بلکہ ''جو ذرہ یہاں سے اڑتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے''۔ جو ذرے یہاں سے اڑے وہ نیر تاباں اور علم و عرفان کا ماہ و نجوم بن گئے۔ یہ تاج الفحول علامہ فضل رسول بدایونی، یہ سیف اللہ المسلول، یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یہ مفتی اعظم مصطفیٰ رضا، یہ تاج دارِ شریعت حضور علی حسین اشرفی میاں، یہ شارحِ بخاری مفتی شریف الحق، جن کی علم باریوں سے علم و فضل کی بہاریں ہیں۔ غرض کہ بریلی، بدایوں، مبارک پور ان سب کا مرکز خانقاہِ مارہرہ ہی ہے۔

اس خانقاہ کے تو دستور ہی نرالے ہیں۔ دوسری خانقاہوں کے صاحب سجادہ بلند و بالا مسند نشیں ہوتے ہیں مگر اس خانقاہ میں اہل علم و تقویٰ کو تخت نشیں کیا جاتا ہے اور خود بوریہ نشیں ہوتے ہیں۔ دوسری خانقاہوں میں علما و خواص سے نذر و نیاز وصول کیا جاتا ہے، مگر یہاں علما کو صلحا کو نذر و نیاز، القاب و آداب سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ دوسری خانقاہوں میں صاحب سجادہ کے گیت گائے جاتے ہیں، مگر یہاں صاحب سجادہ علم اور علما کے فضائل و مناقب بیان کر کے ان کے فضل و مرتبت کو دوبالا کرتے ہیں۔

شہر علم و فن علی گڑھ میں قابل ذکر ادارہ، جدید علوم و فنون کا تاج محل ''البرکات'' ۱۰۰ر بیگھہ زمین پر اپنی قلیل ترین مدت میں تکمیل کے مرحلے کے بعد دعوتِ فکر و عمل دے رہا ہے۔ اپنے حال و قال، عمارات و امارات میں اپنا منفرد و ممتاز مقام بنا کر اہل علم کو متوجہ کر رہا ہے۔ اغیار نے دانتوں میں انگلیاں دبالیں اور مداحوں نے کہا، البرکات مستقبل کی یونیورسٹی بن کر رہے گا۔ اس لیے حضور امین ملت اور برادرانِ عالی مرتبت کے لیے ہم صمیم دل سے دعائیں کریں اور ان سے فیض یاب ہوتے رہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس — جس کا ہر دن ہو سو ہزار برس

فقط۔ ڈاکٹر محمد محب الحق قادری، گوشۂ برکات، گھوسی، مئو

روداد چمن

الجامعۃ الاشرفیہ میں عرس اعلیٰ حضرت

۱۱ فروری ۲۰۱۰ء بدھ کو بعد نماز ظہر برصغیر کی سب سے عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی یاد میں ایک محفل کا انعقاد کیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و طلبہ، جامعہ کی عظیم الشان مسجد عزیز المساجد میں اکٹھا ہوئے اور امام اہل سنت کو خراج عقیدت پیش کیا۔ قاری ممتاز احمد نے قرآن پاک کی تلاوت سے محفل کا آغاز کیا۔ محمد سمیر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعتیہ کلام پیش کیا۔ اس کے بعد نعیم رضا مالیگاؤں نے اعلیٰ حضرت کی شان میں ایک منقبت بڑے ہی والہانہ انداز میں پڑھی جسے سن کر حاضرین جھوم اٹھے۔

نعت و منقبت کے بعد وعظ و نصیحت اور اعلیٰ حضرت کی حیات مبارک پر خطاب کرنے کے لیے معروف دانش ور حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حیات اور رضویات کے خاص خاص گوشوں سے حاضرین کو روشناس کرایا۔ آپ کا یہ وعظ بڑا ہی جامع اور پرمغز تھا۔ اس خطاب کے مخصوص پہلو قارئین کی خدمت میں حاضر ہیں:

آپ نے فرمایا کہ اب تک یہ کہا جاتا رہا ہے کہ امام احمد رضا پچاس علوم و فنون کے ماہر تھے۔ لیکن علوم و فنون کی نت نئی قسمیں سامنے آنے کے بعد اب محققین کا یہ کہنا ہے کہ امام احمد رضا ۱۰۸ر علوم و فنون کے ماہر تھے۔ اور آپ ان علوم و فنون کے صرف شناسا نہیں تھے، بلکہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان علوم و فنون کے امام اور زبردست ماہر تھے۔ آپ نے دوران خطاب یہ بھی فرمایا کہ مجدد اعظم کے دور میں جن مراسم اہل سنت کے خلاف شر پسندوں نے ایک طوفان کھڑا کر رکھا تھا، امام احمد رضا نے دلائل و براہین سے ثابت کر کے انھیں نئی زندگی بخشی۔ دولت ایمان کے لٹیروں نے جب یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کے درمیان ان کا بھرم کھلتا جا رہا ہے اور امام احمد رضا کی عزت و نام وری میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے تو انھوں نے بدنام کرنے کے لیے آپ کو ایک بے راہ رو فرقے کے بانی کی حیثیت سے متعارف کرانا شروع کیا۔ آپ نے علمائے اہل سنت کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے جو لوگ امام احمد رضا کی شخصیت سے ناواقف ہیں، یا ان تک امام احمد رضا کے تعلق سے غلط معلومات پہونچی ہیں انہیں یہ بتایا جائے کہ امام احمد رضا کسی نئے فرقے کے بانی نہیں تھے بلکہ معمولات اہل سنت کے پابند اور مسلک اسلاف کے ترجمان تھے۔ عہد رضا میں مراسم اہل سنت بد مذہبوں کی شمشیر بدعت کی زد میں تھے انھیں دلائل سے ثابت کرنے میں سب سے نمایاں کارنامہ امام احمد رضا نے انجام دیا ہے۔

آپ نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ اغیار اعلیٰ حضرت کو ایک شدت پسند عالم اور کفر کی مشین کی حیثیت سے مشہور کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ حقیقت لوگوں کے سامنے لانے کی سخت ضرورت ہے کہ امام اہل سنت مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں انتہائی محتاط تھے۔ اگر کسی کے کفریہ جملے میں ایمان کے کسی پہلو کے نکلنے کی گنجائش ہوتی تو اس کی تکفیر نہیں کرتے۔ یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ اسماعیل دہلوی کی کتابیں کفریہ جملوں سے بھری پڑی ہیں پھر بھی آپ نے تکفیر نہیں کی، کیوں کہ اقوال کے کفریہ ہونے کے باوجود قائل کا کافر ہونا ضروری نہیں ہے۔

امام احمد رضا نے جن گستاخان رسول کی تکفیر کی اس میں بھی اتنی احتیاط برتی کہ اپنے عہد کے زیر بحث افراد سے پہلے مسلسل خط و کتابت کے ذریعہ اتمام حجت کر لی اور یہ اطمینان کر لیا کہ یہ لوگ اپنے کفریہ جملوں کے وہی معنی مراد لیتے ہیں جو یقیناً کفریہ ہیں، تب ان کی تکفیر کی۔ جب کہ غیر اہل سنت علما کی حالت یہ ہے اگر کوئی مسلمان عرس و میلاد منعقد کر لے تو ان کی گن مشین شرک و بدعت کے گولے اگلنے لگتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تو چند ایسے لوگوں کی تکفیر کی جو مبین و متعین توہین رسالت کے سبب کفر کی زد میں تھے۔ آپ نے مزید کہا کہ اغیار تو اعلیٰ حضرت کو شدت پسند کہتے ہیں، مگر افسوس کہ اپنے خطبا بھی اپنی سادہ لوحی کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت کو ایک تشدد پسند اور تند خو عالم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ یہ ہرگز درست نہیں۔ اس طرح کے خطاب سے لوگوں میں غلط پیغام جاتا ہے۔ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ امام اہل سنت بڑے ہی مخلص، ہم درد اور نرم خو عالم ربانی تھے۔ بلند اخلاقی، منکسرانہ مزاجی اور خوش اخلاقی ان کا خاص شیوہ تھا۔ وہ قوم مسلم کے سچے ہم درد اور اتحاد بین المسلمین کے زبردست خواہاں تھے اور

اس کے لیے انھوں نے بے پناہ کوششیں بھی کی ہیں۔ آپ نے زور دے کر کہا کہ ہمارے خطبا کو چاہیے کہ وہ اعلی حضرت کی زندگی کے ان حقیقی پہلوؤں کو قوم کے سامنے لائیں تاکہ اعلی حضرت کے تعلق سے جو غلط تاثر سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں بیٹھا ہوا ہے وہ دور ہو سکے اور وہ اعلی حضرت کی حیات کے حقیقی پہلوؤں سے آگاہ ہو سکیں۔

آپ نے خانوادہ اعلی حضرت اور جامعہ اشرفیہ کے مضبوط رشتوں کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ خانوادۂ اعلی حضرت نے جامعہ اشرفیہ اور اساتذۂ اشرفیہ پر ہمیشہ اعتماد و بھروسہ کیا ہے۔ اور اشرفیہ بھی رضویات کی خدمت کرنے میں کبھی پیچھے نہیں رہا ہے۔ یہ جامعہ اشرفیہ کے سابق نائب شیخ الحدیث علامہ عبد الرؤف علیہ الرحمہ کی محنتوں ہی کا ثمرہ ہے کہ آج فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا "فتاویٰ رضویہ" لوگوں کے سامنے ہے۔ جد الممتار وغیرہ تصانیف رضا کی ترتیب و اشاعت میں فرزندانِ اشرفیہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ پاکستان میں بھی پہلے پہل جن علمانے امام اہل سنت کی شخصیت پر کام کیا وہ فارغین اشرفیہ ہی ہیں۔ جس وقت پاکستان میں اعلی حضرت کی شخصیت سے واقفیت رکھنے والے کچھ ہی لوگ تھے، اور ان کی تصانیف کی اشاعت کرنے والا کوئی نہیں تھا، اس وقت وہاں کے باشندوں کو اعلی حضرت اور ان کی تصانیف سے متعارف کرانے والے کا نام ہے علامہ ظفر علی نعمانی جو جامعہ اشرفیہ کے فرزند اور حافظ ملت کے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے کراچی میں دار العلوم امجدیہ کی بنیاد رکھی اور مجدد اعظم کی تصانیف کی اشاعت میں لگ گئے۔ آپ نے سب سے پہلے پاکستان میں کنز الایمان شائع کیا، جب آپ اسے ایک مکتبہ پر لے گئے تو اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے مکتبے پر رکھنے سے انکار کر دیا کہ مولانا! پاکستان میں اس ترجمہ کو کون خریدے گا۔ آپ نے فرمایا اگر نہیں لے گا تو میں اسے واپس لے جاؤں گا۔ پھر آپ نے اپنے حلقۂ احباب میں سے لوگوں کو تیار کیا کہ فلاں مکتبہ سے کنز الایمان ہدیہ کر کے لاؤ تاکہ اس کے دل میں کنز الایمان کی پذیرائی کا احساس پیدا ہو۔ اور آپ ہی نے الملفوظ اور حدائق بخشش کو پاکستان میں سب سے پہلے شائع کرایا۔ آپ نے علامہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ اور علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کو امام اہل سنت پر کام کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اور علامہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے رضویات پر کام کرنے کے لیے ڈاکٹر مسعود احمد مجددی علیہ الرحمہ کو اعلی حضرت کی تصانیف فراہم کیں۔ اس طرح کارواں بنتا گیا اور مجدد اعظم کی شخصیت پر کام ہوتا گیا اور یہ سلسلہ دن بدن تیز ہی ہوتا جا رہا ہے۔

مولانا نے اپنے خطاب میں فرمایا، جو تحریکیں اور ادارے مسلک امام احمد رضا کے فروغ و ارتقا کے لیے بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں ان کی بھرپور پذیرائی ہونی چاہیے اور جو حضرات مسلک امام احمد رضا کے نام پر اہل سنت میں انتشار اور زر اندوزی کی مہم چھیڑے ہوئے ہیں انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

آپ نے خطاب کے اختتام پر فرمایا کہ امام احمد رضا ایک بلند اخلاق اور صوفی باصفا عالم دین تھے، آپ صوفی ازم کے بلند پایا مبلغ بھی تھے۔ اور عشق رسول تو آپ کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔

آپ کے خطاب کے بعد قل شریف کا اہتمام ہوا اور امام اہل سنت کی روح پاک کو ایصال ثواب کیا گیا۔ حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی نے بڑی ہی رقت انگیز دعا فرمائی۔ اور یہ التجا کی کہ اللہ ہمیں اعلی حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور انہیں عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کی انہیں دعاؤں پر محفل کا اختتام ہوا۔ قل شریف کے بعد طلبہ اور حاضرین میں شیرینی بھی تقسیم ہوئی۔

اس اجلاس میں مفتی زاہد علی سلامی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا دستگیر عالم مصباحی، مولانا نور احمد قادری مصباحی، مولانا اشرف القادری مصباحی، مولانا محمد اسلم مصباحی وغیرہ اساتذۂ اشرفیہ نے بھی شرکت فرمائی۔ ☆☆☆

R.N.I. No: 29292/76 Regd. No.: AZM/N.P.28

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur, Azamgarh (U.P.)-276 404 (INDIA) Phone: (05462) 250092, 250149, Fax : 251448
http://www.aljamiatulashrafia.org E-mail:info@aljamiatulashrafia.org April 2010

ماهنامه اشرفیه کا سیدین نمبر

تاثرات کے آئینے میں

سید حامد سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیوسٹی

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے سیدین نمبر کی ورق گردانی کا شرف حاصل ہوا شروع میں ہی نظر بہت دیدہ زیب سرورق سے ٹکرائی۔ سیدین نمبر حسن طباعت کا بہت اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے، وفورِ عقیدت کے مظاہر ہر صفحہ پر باصرہ نواز ہوتے ہیں، کتاب دس ابواب اور ۳۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر علاء الدین احمد سابق وائس چانسلر جامعه همدرد. نئی دهلی

مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب کی محنت و کوشش کی بدولت ''ماہنامہ اشرفیہ'' گراں قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ''سیدین نمبر'' ایک بیش بہا اور معیاری پبلیکشن کا اضافہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ''سیدین نمبر'' خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور وہاں کی دو جلیل القدر شخصیتوں (حضرت سید العلماء سید آل مصطفیٰ اور حضرت احسن العلماء سید حیدر حسن میاں علیہما الرحمہ) کے حوالے سے ایک تاریخی دستاویز ہوتے ہوئے عقیدت مندوں کے لئے حصول فیض و برکت کا ذریعہ کہنا بجا ہوگا۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی جامعه نگر نئی دهلی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مجلّہ ''اشرفیہ'' نے اپنا نہایت ضخیم نمبر ''سیدین نمبر'' شائع کر کے اس مکتب دین و عرفان (خانقاہ برکاتیہ) کی جلیل القدر شخصیات کا بھر پور تعارف پیش کیا ہے یہ گویا اس مکتب فکر سے ربط رکھنے والے اکابر، ان کے افکار و مآثر، مدارس اور معاہد کا ایک غیر مرتب انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں اتنی معلومات بکھری ہوئی ہیں جو کئی تحقیقی مقالوں کے لئے خام مواد فراہم کر سکتی ہے۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی بهار یونیورسٹی مظفر پور (بهار)

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا ''سیدین نمبر'' جنت نگاہ صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے ......ع ......زیب دیتا ہے اسے جس قدر اسے جس قدر اچھا کہئے فراہمی مواد اور اس کی ترتیب و تہذیب میں مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے جس نفاست اور خوش سلیقگی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی داد نہ دینا بیداد کے مترادف ہوگا۔ بلاشبہ یہ نمبر، سیدین کریمین کی حیات و خدمات پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اہل سنت کی موجودہ اور آئندہ نسلیں اور دیگر تحقیقی کام کرنے والے اس کو اپنا اہم ترین ماخذ سمجھیں گے اور بقدر ذوق و ظرف اس سے بھر پور استفادہ کریں گے۔

ادیب شهیر انوار محمد عظیم آبادی پٹنه

سیدین نمبر بظاہر حضرات سیدین کی یاد میں نکالا گیا ہے، لیکن فی الواقعہ اس کے اوراق میں خانقاہ مارہرہ مطہرہ اور خانوادہ برکاتیہ کی مسلسل اور مکمل تاریخ سمٹ آئی ہے۔ یہ نمبر اپنے موضوع پر نہایت ہی وسیع تناظر میں حد درجہ معلوماتی ارو دستاویزی نوعیت کے مواد فراہم کرتا ہے اور سنجیدہ مجلاتی مذہبی صحافت کا بہترین آئینہ دار ہے۔ بلاشبہ اس کے مشتملات سے نئی نسل کے قارئین نہ صرف یہ کہ بہت کچھ جان سکتے اور بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں بلکہ نہایت آسانی کے ساتھ بیشتر نکات پر سوچتے رہنے کی منزل سے گزر کر سنجیدہ فیصلہ کرنے اور حقائق کو تسلیم کرنے کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ سیدین نمبر شاید نہیں بلکہ یقیناً اکیسویں صدی کا سب سے پہلا ضخیم نمبر ہے۔